میلاد شریف

اور

بعض روایات

ابوالکلام آزاد کی ایک زہریلی تحریر کا تعاقب

از

پروفیسر محمد حسین آسی



نذرِ انتساب

شیخ المشائخ، بحر الحقائق، بقیۃ السلف

حجۃ الخلف، عارف ربانی، عالم حقانی

پیر سیّد نقشِ نقش لاثانی

عابد حسین شاہ

تاجدار علی پور شریف

کے حضور

جن کی ایک نظر کرم کے ہم سب محتاج ہیں

بفیضان نظر

غوث صمدانی، حضور پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی

نام کتاب	:	میلاد شریف اور بعض روایات
نام مصنف	:	پروفیسر محمد حسین آسی
کمپوزنگ	:	عرفات کمپوزنگ سنٹر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور
صفحات	:	124
اشاعت	:	دوم (۱۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ) 25 مئی 2002ء
ہدیہ	:	30 روپے
ناشر	:	مکتبہ نقش لاثانی، نقش لاثانی نگر (شکر گڑھ)

ملنے کا پتہ

☆ مکتبہ نقش لاثانی، نقش لاثانی نگر (شکر گڑھ)

☆ لاثانی بک سنٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ (نارووال)

☆ مکتبہ نقش لاثانی عقب جناح اسٹیڈیم سیالکوٹ

نقشِ اوّل

بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلق اللہ

اُمت مسلمہ کی صدیوں پہ محیط اور عارضِ خورشید سے زیادہ روشن تاریخ میں ایسے مواقع خال خال ہی دکھائی دیتے ہیں کہ آپس میں بعض بنیادی وفروعی اختلافات کے باوجود کسی نے حضور جانِ رحمت، جامع کمالات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات اور فضائل ومحاسن کے بارے میں اختلاف کیا ہو، یہ عجیب بات ہے کہ خالقِ حقیقی کی ذات وصفات کے متعلق تو ہنگامہ خیز مباحث دیکھنے میں آتے ہیں، ذاتِ باری کے تعینات، صفاتِ باری کے عین وغیر ہونے پر، کلامِ باری کے مخلوق وغیر مخلوق ماننے پر فکر ونظر کے کیا کیا معرکے گرم نہیں ہوئے۔ مگر حضور محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات پر آکر جیسے بڑے بڑے مناظروں کی زبانیں بند ہو جاتی تھیں جیسا کہ شیخ محقق علیہ الرحمہ نے حضور کی حیاتِ برزخی اور شانِ حاضر وناظر کے بارے میں لکھا ہے کہ ان عقائد پر اُمت کا کوئی اختلاف کسی دور میں بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ گویا سب عشقِ رسول کی اہمیت وضرورت کو جانتے تھے، سب حسنِ رسول کے جلووں کو بے مثال تصور کرتے تھے، سب

حکم رسول کے تکوینی وتشریعی گوشوں سے آشنا تھے۔ یعنی حضور کی ذات وصفات کی عظمت وشان کو تسلیم کرنا سب کا متفقہ اُصول تھا اور اسی کی تبلیغ کتاب وسنت نے فرمائی تھی، اسی کا درس صحابہ وتابعین کی جماعت قدسی نے دیا تھا۔ بقول اقبال

دل بہ محبوب حجازی ﷺ بستہ ایم

زیں سبب با یک دگر پیوستہ ایم

اس کا عظیم سبب یہ ہے کہ جب قوم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات صفات پر متحد ہوگی۔ تو دیگر بنیادی وفروعی اختلافات کے خاتمے کے ہزاروں راستے نکل آئیں گے۔ اس ذاتِ واحد پہ متفق ہونے والے قال رسول اللہ کے الفاظ کے سامنے سر نیاز خم کردیں گے۔ ان کے فکر ونظر کی گردن جھک جائے گی، بغاوت پہ مائل قدم رک جائیں گے۔ لیکن اس کے برعکس معاذ اللہ اگر اس جانِ اتفاق اور روح اتحاد کو اختلافات کا نشانہ بنالیا جائے تو فرمایئے کہ کتنے ہولناک نتائج وعواقب کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

حضرت اقبال نے ''اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی'' کے حرف انتباہ سے ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اسلامی ممالک پر اقوام مغرب نے اپنا قبضہ جمانے کے بعد سب سے پہلا کام یہی سرانجام دیا کہ اُمت مسلمہ کو جمال مصطفیٰ سے بیگانہ کردیا۔ اُنہوں نے کلمہ گو منافقوں کے ایسے گروہ تیار کیئے۔ جن کے علم وفکر کا دارومدار حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کی تردید وتوہین پر تھا، جن کی تحقیق وتدقیق کی تان حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات

کے انکار پر ٹوٹتی تھی، اس کے ہولناک نتائج وعواقب ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ شیخ نجدی، شہید بریلی اور قتیل دہلی اقوام مغرب کے تراشیدہ بت تھے جن کے چرنوں میں جمع ہونے والے ''ہزاروں توحیدی'' اُمت مسلمہ کو دین کی غیرت وحمیت اور سرور دین کی عظمت ورفعت کے خلاف اکسا رہے ہیں۔ حضور اصل ایمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کے معجزات ہوں یا دیگر کمالات ہوں ان کے نزدیک ضعیف بلکہ موضوع روایات پر مبنی ہیں۔ پھر اُن کو ساقط الاعتبار ثابت کرنے کیلئے بڑے سے بڑے محدث کی پرواہ نہیں کرتے، عظیم سے عظیم اُصول حدیث کو نہیں دیکھتے۔ ہاں ہاں جنہیں اس سرور رسالت، محور نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرم نہیں جن کا کلمہ پڑھتے ہیں تو کسی محدث اور کسی اصول حدیث سے اُنہیں کیا واسطہ۔

زیر نظر کتاب ''میلاد اور بعض روایات'' میں بھی دراصل ان راہ ماروں کے ایک شریکِ سفر کا کامیاب تعاقب کیا گیا ہے۔ جعفر وصادق کے اس حلیف کو کون نہیں جانتا۔ جس نے اپنی متاع دین ودانش کو گاندھی جیسے کافر ادا کے غمزہ خوں ریز پر قربان کردیا تھا۔ جس نے قوم وملت سے وفاداری کی بجائے غداری میں اپنی دُنیا آباد کرلی تھی۔ جو نام کا ابوالکلام تھا مگر حقیقت میں کالانعام تھا۔ اس کے والد گرامی حضرت مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان اور گستاخان رسول کے بارے میں نہایت سخت تھے۔ مگر وہ اپنے تخلص آزاد کے مطابق واقعی آزاد تھا اور والد مرحوم کے فیضان خیر سے قطعی محروم تھا۔

چنانچہ اُس نے اسلام کی دیگر تعلیمات کی خاطر حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے میلاد مبارک کی بعض روایات کو بھی اپنے منہ زور قلم کا نشانہ بنایا اور اپنی ژولیدہ فکری، کج فہمی، ناعاقبت اندیشی اور جہالت فروشی کی بدولت موضوع قرار دیا کاش وہ اصول حدیث کو جانتا، یا جان کر اُن سے بے اعتنائی نہ برتتا تو دیکھتا کہ اُمت کے حدیث شناسوں نے نبی اکرم رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات کو قبول کرنے کیلئے کس حد تک اہتمام کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک کی روایات حضور کے ظہور نور کے اکرام واجلال پہ شاہد عادل ہیں۔ اور ان روایات کو ہر دور کے جید محدثین اور مقتدر مفکرین نے اپنی کتب مولود میں درج کیا ہے۔ لہٰذا یہ اس قدر قابل قدر ہیں کہ اپنی صحت وحقانیت کیلئے اسناد کی بھی محتاج نہیں۔

روایاتِ میلاد کی ثقاہت وصراحت کے سلسلہ میں ابوالکلام آزاد نے اگر آزادانہ کلام کیا ہے۔ تو مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی ادام اللہ ظلہ علینا فی الدارین نے اپنے آقا ومولا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے اس کا خوب تعاقب فرمایا ہے۔ حضرت آسی جہاں حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم ہیں وہاں رزم حق وباطل میں فولاد کی مانند سخت ہیں۔ اور اپنی اس مومنانہ شان کی وجہ سے کسی مصلحت وقت سے متاثر نہیں ہوتے یعنی حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کے بارے میں کسی سودے بازی کو قبول نہیں کرتے۔ آپ اپنے شیخ کریم زبدۃ الاولیاء، قدوۃ الاصفیا، محبوب سبحانی حضور نقش لاثانی تاجدار علی پور نور اللہ مرقدہ الاقدس کی نسبت سے نقشبندی

مجددی ہیں۔ اور اس سلسلے میں موجزن تاجدار صداقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضرب المثل غیرت عشق اور شہنشاہ قیومیت سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی شاندار حمیت دین کے وارث ہیں آپ کی تحریر وتقریر میں دلائل کی بجلیاں کوندتی ہیں۔ جن کی چمک سے اپنوں کے دل چمکتے ہیں اور بیگانوں کے دم سلگتے ہیں۔ آپ کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ رسول اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے ضوبار ہے۔ آپ کی نگاہ اصحاب رسول کے احترام سے سرشار ہے۔ اور دل ان نسبتوں کی وجہ سے ہر ولی کا طلبگار ہے۔ آج کل بعض لوگ طریقت کے نام پہ تعصب وعناد کے پرچار بنے ہوئے ہیں۔ مگر آپ کی محفل میں تمام بزرگوں کا نام نہایت ادب کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ آپ اپنے شیخ کریم کے بتائے ہوئے اس عقیدے کو ہی آگے پھیلا رہے ہیں۔

''جیہڑے غلام رسول اللہ دے اسیں غلام انہاندے''

حضرت آسی کی سیرت کا نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ آپ جدھر گئے دین ہدایت کے خدمت گاروں کی ایک جماعت ضرور تیار کی۔ بہت پُرخلوص لوگ اس کا عظیم ثبوت ہیں۔۔ اس عاجز راقم الحروف پر بھی آپ کی خصوصی عنایات کا بادل برستا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے مختلف اداروں کے قیام پر توجہ دی۔ دربار شیخ کریم کی مرکزی تنظیم بزم لاثانی کے مرکزی ناظم اعلیٰ ہونے کے سبب اس کی فعالیت میں آپ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ آپ کا مال، آپ کا وقت بلکہ آپ کی جان بھی بزم لاثانی کیلئے وقف ہے۔ خدا گواہ ہے ہم نے پیروں کے ہجوم تو بہت دیکھے

ہیں مگر آپ جیسا مرید کہیں نہیں دیکھا۔ آپ کو دیکھ کر آپ کے شیخ کریم کے حسن تربیت پر دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ بزم لاثانی کے پروگرام کو فعال و وسیع بنانے کیلئے آپ نے شہر اقبال میں نقش لاثانی ماڈل سکول عقب جناح اسٹیڈیم کا اجراء فرمایا اور آج بھی یہ سکول آپ کی زیر سرپرستی کامیابی سے اپنے اہداف و مقاصد کی طرف گامزن ہے۔ آپ محب وطن ہیں۔ اور وطن کی ترقی کیلئے اسلامی تہذیب و تمدن کی اشاعت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا آپ کے فکری خطوط پر کام کرنے والا یہ سکول ہر رنگ میں اسلامی تہذیب و تمدن کا بہترین ناشر دکھائی دیتا ہے۔ تمام اساتذہ اور طلباء قومی و اسلامی جذبات و کردار سے ہم آہنگ ہیں۔ سکول سے متصل مکتبہ نقش لاثانی دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

اس مکتبہ نے بہت تھوڑی مدت میں ''رسول اللہ کی نماز''، ''امام حسین کی حقانیت''، ''مضامین میلاد''، ''حضور نقش لاثانی کا مذہبی تعامل'' اور زیر نظر کتاب جیسی تصنیفات طباعت کے اعلیٰ معیار پر شائع کی ہیں۔ آپ ۱۹۹۰ء میں شکر گڑھ تشریف لائے تو ادارہ تعلیمات مجددیہ نے بے سروسامانی کے ساتھ اشاعتی سلسلے کا آغاز کیا۔ اور چند سالوں میں اس نے پندرہ رسائل ہزاروں کی تعداد میں ملک میں تقسیم کیے۔ اس میں آپ کی دعا و توجہ کا خصوصی اثر ہے۔

اہل دل کے نام پیغام :

اس امر سے کون سا باشعور مسلمان واقف نہیں کہ موجودہ دور میں اسلام پر کس طرح قاتلانہ حملوں کی بھرمار ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ جہاں بیگانے اس کو

مٹانے پہ تلے ہوئے ہیں وہاں اپنے بھی نادان دوستی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ قوم معاشی مسائل سے دوچار ہے مگر خدمت دین کی بات آئے تو یہ مسائل ضرورت سے زیادہ ہی محسوس ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو اولاد کی تعلیم، شادی، روزگار اور رہائش پر ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں، لاکھوں کے جہیز بناتے ہیں اور ولیمے کرتے ہیں، سیر و سیاحت پر صرف کرتے ہیں۔ دوست و احباب کی دعوتیں اڑاتے ہیں۔ اپنی ناک رکھنے کیلئے قرض کی کمزور بنیاد پر ظاہرداری کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ لیکن تلخ تجربہ ہوا ہے کہ اپنے آقا و مولا اپنے شفیع اعظم اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات پہ لکھے گئے چھوٹے سے مقالے کا ہدیہ پانچ روپے ادا کرتے وقت بھی ہزاروں حیلوں اور بہانوں سے کام لیتے ہیں۔ کسی مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لینا پڑ جائے تو جان پر بن جاتی ہے۔ مولویوں کو کوستے ہیں، مبلغوں کو پیٹتے ہیں۔ آہ مرد مسلم کو کس نے دین ناآشنا کر دیا ہے۔ کہ اپنے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و خوشنودی کو بھی سامنے نہیں رکھتا۔ ان ہولناک اور مایوس کن حالات میں چند سرفروشوں کا تعاون ان اداروں کو ضرور پروان چڑھا سکتا ہے۔ آؤ اپنے دین کو اپنی دنیا پر ترجیح دیتے ہوئے اپنا تن من دھن اپنے محسن اعظم کے نام وقف کر دیں۔ آؤ ہم عہد کریں کہ ہمارا کچھ نہیں۔ سب کچھ سرکار نے دیا ہے۔ اور سرکار کی راہ میں لٹانے کیلئے تیار ہیں۔ آؤ ایسے دینی اداروں کو سرکار کی محبت کے فروغ کیلئے مضبوط کریں کہ وہ ایسی ایمان افروز اور باطل سوز کتابیں ہمارے اور ہماری اولاد کے عقائد و نظریات کو بچانے کیلئے عام کرتے رہیں آؤ جناب آسی کے

لگائے ہوئے ان پودوں کی آب یاری کریں۔ وقت تھوڑا ہے، کام بہت ہیں۔ موت سر پہ سوار ہے، زندگی کی ڈور ٹوٹنے والی ہے۔ سانسوں کے موتی بکھرنے والے ہیں۔ جن سرابوں کے پیچھے ہم آبلہ پا دوڑ رہے ہیں۔ اچانک روپوش ہو جائیں گے۔ جن سہاروں پر ہم ناز کرتے ہیں۔ ایک دم بے سہارا کر دیں گے، پھر کون منزل پر پہنچائے گا، پھر کون سہارا دے گا وہی جس کو ہمارے خدا نے ہمارا رہبر اور ہمارا سہارا بنا کر بھیجا ہے آؤ آج ہی اس کی طرف رجوع کر لیں۔ اس کے غلام بن جائیں۔ اس کیلئے جئیں، اس کیلئے مریں، اس کے گن گائیں، اس کے دوستوں سے لو لگائیں، اس کے دشمنوں سے خار کھائیں۔

مولا توفیق رفیق عنایت فرمائے آمین

غلام مصطفی مجددی ایم۔اے (شکر گڑھ)

﴿کرم نوازیاں﴾

الحمد للہ ربیع الاول شریف جو میرے آقا و مولا حبیب کبریا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے، کے مبارک موقع پر مفکر اسلام حضور قبلہ عالم پیر محمد حسین آسی دامت برکاتہم العالیہ کی ایک حسین وجمیل کاوش بعنوان "میلاد شریف اور بعض روایات" کو دوبارہ شائع کرنے کی سعادت بندہ ناچیز کو نصیب ہوئی ہے۔ جو آپ کی مجھ پر نہایت شفقت اور نگاہِ کرم ہے کہ اس نیک اور بابرکت کام کی تکمیل کیلئے مجھے حکم دیا گیا۔ ورنہ:

میں اس کرم کے کہاں تھا قابل
کہ حضور کی بندہ پروری ہے

شمس الدین نقشبندی

سگ دربار عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف (نارووال)

میلاد شریف اور بعض روایات

(ابوالکلام آزاد کی ایک "زہریلی" تحریر کا تعاقب)

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بعثت سے پہلے بھی تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور گناہوں سے اٹے ہوئے ماحول میں زندگی بسر کرنے کے باوجود اُن کے دامنِ کردار پر کسی عیب یا گناہ کے دھبے کا نہ ہونا اُن کی صداقت وحقانیت اور دعویٰ نبوت بلکہ اُن کے رب کی قدرت وعظمت کی روشن دلیل ہوتا ہے۔ ظاہر ہے اُن کی سیرت کے ضمن میں صرف فضائل اخلاق اور محاسن اطوار ہی نہیں آتے بلکہ وہ حیران کن قوتیں بھی اس کا حصہ ہیں جو اُن کے قادر و قیوم خدا نے انہیں بطور خاص عطا فرمائی ہوتی ہیں اور جنہیں دیکھ کر انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یقیناً شکل وصورت میں دوسرے انسانوں سے مشابہ ہونے کے باوجود یہ حضرات سب سے ممتاز ومتمیز ہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ عزوجل انہیں مبعوث فرمانے سے پہلے یہ مخصوص کمالات اسی لئے عطا فرماتا ہے کہ دیکھنے والوں کو مستقبل میں اُن کے دعویٰ نبوت ورسالت کے موقع پر چون وچرا کی گنجائش نہ رہے اور خلوص دل سے راہِ راست کی تلاش کرنے والا آسانی سے منزل مقصود کو پہچان سکے۔ انبیاء کرام کے ان روحانی وجسمانی فکری وعملی حسی ومعنوی کمالات کے سامنے دنیوی کر و فر، جاہ وحشم، علم وحکمت اور مال ودولت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ انبیاء کرام کی یہی خصوصیات قرآن پاک کی رُو سے نبوت ورسالت کا سرمایہ استحقاق ہوتی ہیں۔

چنانچہ جب بھی سرداران کفار نے اپنے مال و دولت کے بل بوتے پر خود کو نبوت ورسالت کا زیادہ حقدار سمجھا تو انہیں اس قسم کا جواب دیا۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ (الانعام صفحہ ۱۲۴)

ترجمہ۔ اللہ کو (تم سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں اُسے) زیادہ علم ہے کہ کسے اپنا رسول بنائے۔

انبیاء کرام کے میلاد:

ظاہر ہے سیرت، ولادت ہی سے شروع ہوتی ہے لہٰذا خداوند کریم اپنے نبیوں اور رسولوں کو جن ماورائی کمالات اور معجزات سے نوازتا ہے، اُن کا اجمالی اظہار اُن کی ولادتِ باسعادت ہی سے ہونے لگتا ہے۔ بلکہ ولادت سے پہلے بھی کسی نہ کسی ذریعہ سے اُن کی آمد آمد کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ خیال فرمایئے جب شور یہ مچا ہو کہ نبی آ رہا ہے (کوئی جادوگر نہیں آ رہا) تو اُس کے کمالات کو دیکھ کر منصف مزاج کو فوراً تصدیق کرنی چاہیئے کیونکہ یہ کمالات تو اس کی اس نبوت کا واضح ترین ثبوت ہیں۔ جس کا چرچا ولادت سے پہلے شروع ہو گیا تھا۔ اب اگر کوئی انکار کرتا ہے تو محض ہٹ دھرمی سے کرتا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ کاہنوں اور نجومیوں کی اکثر باتیں ظن وتخمین اور انکل پچو کے سوا کچھ نہیں ہوتیں مگر یہی لوگ جب کسی نبی کی ولادت کی پیشگوئی کرتے تھے تو حرف بحرف پوری ہوتی تھی۔ وجہ یہی نظر آتی ہے کہ چونکہ لوگ ان کاہنوں اور نجومیوں پر اعتماد کرتے تھے لہٰذا ان دشمنوں کی زبان سے بھی اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے میلاد شریف کا چرچا اور ان کی عظمت کا اعتراف کرا دیتا

تھا۔ اس دھوم دھام کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ حق و باطل کے وہ معرکے جو بعثت کے بعد نبی اور اس کے دشمنوں میں ہونے والے ہوتے تھے۔ کبھی ان کا آغاز بھی میلاد شریف کی خبروں سے ہو جاتا تھا۔ خدائی کے مدعی اس کی ولادت کو روکنے کے درپے ہو جاتے اور اپنی جھوٹی خدائی کا سارا زور لگا کر نبی کی آمد (یا میلاد) سے جان چھڑانا چاہتے مگر اللہ تعالیٰ کا اپنا نظام ہے وہ اپنے کسی بھی محبوب کے مقابلے میں کسی بھی مطلوب کی پیش نہیں جانے دیتا۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں یہی کچھ ہوا۔ نمرود اور فرعون کی اوّلین معاندانہ کوششیں خلیل وکلیم علیہما السلام کے ظہور سے قبل شروع ہوئیں۔ مگر وہ آئے اور اپنے خدائی شیڈول کے مطابق آئے۔ نمرود اور فرعون بھڑکے۔ اپنے انداز میں ان کو ناکام کرنا چاہا مگر فتح ونصرت تو انبیاء علیہم السلام کی خانہ زاد کنیز ہوتی ہے۔ قرآن پاک شاہد ہے کہ ان کے دشمن ہی بالآخر صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔

سوچئے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عام انسانوں کی طرح دنیا میں آ جاتے تو کیا حرج تھا اور ایک مخصوص وقت پر ان کی بعثت ہو جاتی جس سے ان کی تبلیغ کا آغاز ہو جاتا تو کیا مضائقہ تھا۔ مگر قدرتِ خداوندی نے اس عام راستے کو اپنے مخصوص نبی کی شان کے لائق نہ جانا۔ پہلے انکے ظہور کا پروگرام دیا۔ وہ بھی اپنے بندوں کے ذریعے نہیں، دشمنوں کے ذریعے۔ جنہیں ہلاک کرنا تھا۔ انہیں خواب وغیرہ میں متنبہ اور خبردار کیا گیا۔ یہ چپ چاپ دنیا میں تشریف لاتے تو نمرود اور فرعون کس کی آمد کو روکنے کی کوشش کرتے اور سب سے

پہلے کس کی آمد (میلاد) اُن کی جھوٹی خدائی کو ذلیل و رسوا کرتی۔ ولادت ہو چکی تو بچپن کا مرحلہ آیا۔ ایک کا بچپن نمرود کے مقرب کے گھر میں اور دوسرے کا بچپن خود فرعون کے گھر میں ''طے'' ہوا۔ دونوں جلیل القدر پیغمبروں کی پُر جلال ولادت اور حیرت انگیز طفولیت سے آئندہ کے معرکوں کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں گویا جن کی ولادتِ باسعادت ایوانِ باطل کیلئے ایسی زلزلہ خیز ہو، اُن کی باقی سیرتِ طیبہ کتنی باجبروت ہوگی۔

اب خیال فرمایئے ہزاروں سال سے پہلے کے یہ واقعاتِ میلاد آخر قرآن پاک میں تفصیل سے کیوں بیان کئے گئے اور بار بار ان کا اعادہ کیوں کیا گیا۔ یقیناً یہ نکتہ ازبر کرانے کیلئے کہ نبی آ کے نہیں بنتے، بن کے آتے ہیں اور اُن کے بعد کے معجزات کی طرح ولادت کے حالات بھی باقی لوگوں سے ممتاز، قدرتِ خداوندی کے ناقابل شکست دلائل، اہل فکر و نظر کیلئے سامان موعظت و نصیحت اور انبیاء کے دشمنوں کیلئے آئینۂ عبرت ہوتے ہیں۔ نمرود اور اس کے ساتھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ورودِ مسعود پر ہی غور کر لیتے تو اُنہیں ایمان حاصل ہو جاتا اور بعد کی رسوائی و تباہی سے بچ جاتے۔ یونہی کیا فرعون کیلئے اتنی بات کافی نہیں تھی کہ جس کلیم اللہ کی آمد کو روکنے کیلئے اُس نے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل کرایا۔ اُس کا آ کے رہنا اور خود اُس کے گھر میں پرورش پانا اُس کے خدا نہ ہونے کا عظیم ثبوت ہے مگر نفس نے اُسے نبی کے سامنے جھکنے نہیں دیا، جس طرح شیطان کو آدم علیہ السلام کے سامنے جھکنے نہیں دیا تھا۔ خیر بندگانِ ہوا اور سگانِ دنیا، کو غور و فکر کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہاں

قیامت تک کے قرآن پڑھنے والے لوگ ان واقعاتِ میلاد کا مطالعہ کر کے خدا کے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ. (ترجمہ: ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا (کنزالایمان۔ البروج۔۱۶) اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (ترجمہ: اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (کنزالایمان) ۱ ہونے کی گواہی دیتے رہیں گے۔

اسی طرح قرآن پاک نے ایک اور جلیل القدر رسول کا میلاد شریف بھی بڑے اہتمام سے بیان فرمایا ہے یہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ خداوندِ کریم انہیں بے باپ کے پیدا کر کے اُن فلسفیوں کے علم و حکمت کو ناقص و نامعتبر ظاہر کرنا چاہتا تھا جن کے بلند بانگ دعوے علت و معلول (Cause & Effect) میں اُلجھے ہوئے تھے اور اس کے آگے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے نیز ان کے نزدیک مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کا شفایاب ہونا بھی غیر ممکن تھا۔ اسباب و نتائج کے سلسلے کو خداوندِ واحد و قیوم کی قدرت لازوال و غیر محدود کے سامنے مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ثابت کرنے کیلئے ایک ایسے پیغمبر کی ضرورت تھی جو خود بھی عام طریقے سے ہٹ کر دنیا میں آئے اور پھر ایسی خداداد قوتوں سے آراستہ ہو کہ موت و حیات کے فیصلے کرنا بھی اُسے دشوار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حکمت کے تحت دنیا میں بھیجے گئے۔

ظاہر ہے دُنیا میں بے باپ پیدا ہونے سے ہولناک قسم کے شکوک و شبہات بھی جنم لیتے ہیں چنانچہ اس کے ازالہ کرنے کیلئے حضرت مریم علیہا السلام کی

---

۱ قرآن پاک میں یہ الفاظ بار بار آئے ہیں۔

بے داغ سیرت کا تذکرہ ضروری جانا گیا۔ اُن کے زہد وتقویٰ اور کرامات (بالخصوص بے موسم کے پھلوں کا ان کے حجرہ عبادت میں بکثرت موجود ہونے کا) بھی ذکر ہوا۔ انہیں کی روحانی عظمت کے ثبوت کے ضمن میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلاد شریف کا حال بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام جو حضرت مریم علیہ السلام کے کفیل ومربی تھے آپ کے حجرے میں بے موسمی پھلوں کو دیکھتے ہیں تو اپنے بڑھاپے میں ایک فرزند صالح عطا کرنے کی التجا کرتے ہیں اور قبول دعا کے نتیجے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہو جاتی ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی اپنی سیرت کا تفصیلی ذکر بھی اُن (حضرت مریم) کے اپنے میلاد شریف سے شروع ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں مذکور ہے کہ اُن کی والدہ (حضرت حنہ) نے اپنے حمل کے پیش نظر یہ دعا کی مولائے کریم میرے پیٹ میں جو بھی ہے، تیرے بیت المقدس کی خدمت کیلئے اُسے وقف کرتی ہوں۔ (دعا کے قرآنی الفاظ یوں ہیں اذ

قالت امرات عمران رب انی نذرت لک

مافی بطنی محرزا فتقبل منی ۔(آل عمران ۳۵) چنانچہ انہیں زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دے دیا گیا۔ جو اس دور میں بیت المقدس کے متولی تھے۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے سلسلے میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کیلئے حضرت مریم علیہا السلام کا ایک

منت کی تکمیل میں جنم لینا، پھر رات دن ایک عظیم الشان نبی حضرت زکریا علیہ السلام کی زیر نگرانی ساری دنیا سے چھپ چھپا کر ذکر ومراقبہ میں مشغول رہنا، پھر صاحب کرامت وتصرف ہونا بلکہ اُس دور کی تمام عوتوں پر انہیں فضیلت دینے کا اعلان کرنا آپ کی پاکیزہ سیرت کی ایسی چمکتی ہوئی دلیلیں ہیں جہاں تمام شکوک وشبہات دم توڑ جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی جب اہل عقل کی تسلی نہیں ہوتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پنگھوڑے میں اپنی خداداد عظمتوں کا خطبہ دینا بالکل اطمینان بخش اور مسکت تھا۔ فرمایئے جن لوگوں کے سامنے حضرت مریم اور اُن کے والدین کا عظیم صالحانہ کردار تھا (علیہما الرضوان) اور پھر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ نبوت بھی اپنے کانوں سے سن لیا، کل وہ آپ کی نبوت کا انکار کریں تو سوائے "مکابرہ" اور کیا ہے۔ غور کیجئے جو عیسیٰ علیہ السلام بعثت کے بعد مٹی کی مورت میں پھونک مار کر اُسے سچ مچ کا پرندہ بنا دیتے ہیں، اُن کا میلاد گواہ ہے کہ اُن کی ولادت بھی ایک پھونک ہی سے ہوئی (یعنی اس پھونک سے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں ماری تھی)

مقصود کائنات کا میلاد:

اوپر کی سطور سے یہ حقیقت کھل کے سامنے آ گئی ہے کہ قرآن کریم نے خدا کے مخصوص محبوبوں کا ضروری تفصیل سے میلاد شریف بیان فرمایا ہے۔ خدانخواستہ اگر ان واقعات (میلاد) کا انسان کے ایمان وعرفان کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوتا تو خصوصاً اللہ کی آخری وابدی کتاب میں قطعاً شامل نہ ہوتے۔ پھر اگر ہمیشہ سے یہ میلاد یقیناً

صاحب میلاد کی عظمت و مرتبت کا ابتدائی و اجمالی تعارف ہوتا ہے تو وہ ہستی مبارک جس کیلئے ارض و سما کے سارے ہنگامے معرض وجود میں لائے گئے ہیں۔ جسے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی سیادت و امامت کا منصب دیا گیا۔ جسے ساری مخلوق تحت و فوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور جسے تمام اولین و آخرین کے کمالات و علوم سے نوازا گیا، کے میلاد شریف کی شان کیا ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے تاجدار لولاک، جامع المعجزات، رحمۃ للعلمین و خاتم النبین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا میلاد شریف بھی تمام موالید انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے کمالات کا جامع اور سب سے ممتاز و ممیز ہو۔ اگر کسی کی ولادت کسی کی دعا سے ہوئی یا خبر ولادت کسی خواب اور اس کی تعبیر سے پھیلی تو سرور انبیاء علیہم السلام کی خبر میلاد کا چرچا دو تین ذریعوں سے نہیں بلکہ ہر ذریعے سے ہونا چاہئے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بہترین انداز میں ہوا۔ اسی خبر میلاد کا سنانا مقصود تھا۔ جب عالم ارواح میں اللہ رب العزۃ نے انبیاء علیہم السلام کا اجلاس بلایا (وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیثَاقَ النَّبِیّٖنَ ۔۔۔۔۔۔۔ آل عمران (ترجمہ۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پہ گواہ ہو جاؤ اور میں آپ کے ساتھ گواہ ہوں۔) گویا

تھی یہ صبح زندگی تمہید میلاد النبی ﷺ
آپ خالق نے منائی عید میلاد النبی ﷺ

پھر یہی خبر تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کو اُن کے قبول توبہ کے وقت دی گئی۔ ذرا اس جملے پر غور فرمایئے **لَوْ لَاہُ مَا خَلَقْتُكَ** (یعنی اے آدم اگر یہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا) ظاہر ہے آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوتے تو کوئی آدمی بھی پیدا نہ ہوتا۔ اسی سے انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات میلاد شریف کی خصوصی حکمت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ (یعنی اوپر بیان ہونے والی حکمتوں کے علاوہ) ان کے بیان کی ایک حکمت یہ ہے کہ جب خلیل و کلیم اس شان سے دنیا میں تشریف لائے ہیں تو محبوب خدا امام الانبیاء علیہم السلام کا ورود مسعود جو مقصود خلیل و کلیم بلکہ مقصود کائنات ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام کس شان کا ہوگا۔ پھر یہی خبر تھی جسے تمام انبیاء کے اجلاس کا منشا یہی تھا کہ وہ خدا کے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ولادت سے واقف ہوں اور اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی امت کو یہ خبر سنائیں۔ ورنہ **لتومنن به ولتنصرنه** (تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی امداد کرنا) کی تعمیل متصور رہی نہیں۔

ہاں ہاں یہی خبر تھی جو انبیائے کرام علیہم السلام کی کتابوں اور صحیفوں کی زینت بنتی رہی۔ چنانچہ تورایت، زبور، انجیل میں ہزارہا تحریفات کے باوجود آج بھی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا حال اور تشریف آوری کی خبر مل جاتی ہے۔ ان کتابوں اور صحیفوں میں نبی آخر الزمان کی سیرت و صورت اور مولد و جائے

ہجرت وغیرہ کے تمام نمایاں پہلو اس حد تک مذکور تھے کہ ماہرین کتاب آپ کی زیارت کر کے ہی پہچان جاتے تھے چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۔

ترجمہ۔ وہ جنہیں ہم نے کتاب دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو (یقینی طور) پہچانتے ہیں۔ (اس لئے کہ آسمانی کتابوں میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وصورت کے واضح ترین تذکروں کے علاوہ بعض نمایاں شخصیات کے پاس آسمان سے اتری ہوئی تصاویر بھی تھیں)

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنے والے یہودیوں ،عیسائیوں نے اس لئے آپ کا انکار نہیں کیا کہ پہچان نہیں سکے تھے۔ بلکہ محض ضد، ہٹ دھرمی اور حسد کی بنا پر انہوں نے جانی پہچانی حقیقت کا انکار کیا۔ قرآن پاک میں ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ (البقرہ آیت ۸۹)

ترجمہ: اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر (کنزالایمان)

خدائے واحد کی آخری الہامی کتاب نے (جو پہلی تمام کتابوں کی جامع اور مہیمن ہے) اس حقیقت کا اظہار کئی جگہ فرمایا بلکہ اس کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کتابوں میں آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر بھی موجود تھا۔ مثلاً سورۃ الفتح کی آخری آیات میں ہے۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ
(الفتح۔۲۹)

ترجمہ: یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں (کنزالایمان)

بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخصوص اصحاب وخلفا کے حلیے بھی پہلی کتابوں میں موجود تھے اور انہیں دیکھ کر بھی وہ ماہرین تورایت وانجیل جان جاتے تھے کہ یہ صدیق ہیں یا فاروق ہیں (علیہما الرضوان)

ان انبیاء کرام علیہم السلام اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کا گویا ایک اہم مقصد آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی تھی۔ مگر بنی اسرائیل کے آخری نبی جناب عیسیٰ علیہ السلام تو خصوصیت سے (دو میں سے ایک) کو اپنا مقصد حیات قرار دیتے ہیں کہ

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (صف ۶)

ترجمہ: اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں

گے ان کا نام احمد ہے۔ (کنزالایمان)

موجودہ دور میں ان آسمانی صحف وکتب کا اصلی حالت میں ملنا ناممکن ہے۔

ان کے ماننے کا دعویٰ کرنے والے لوگوں نے نزول سے کچھ عرصہ بعد ہی ان میں تحریفات شروع کر دی تھیں۔ پھر صدیوں بعد شاید ہی چند اصل جملوں کا مفہوم باقی رہ گیا ہو۔ بلکہ اب تو یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں کہ کتابیں کس زبان میں نازل ہوئی تھیں۔ پھر بھی قدرتِ خداوندی کا کرشمہ اور ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ دیکھئے اب تک ان کتابوں میں واضح ارشادات ملتے ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔

موجودہ دور میں پائی جانے والی انجیلوں کے نام بتاتے ہیں کہ کسی کو جناب لوقا نے تصنیف کیا اور کسی کو جناب مرقس نے۔ چاروں انجیلوں کے مصنفین میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں شامل نہیں۔ ہاں ایک حضرت برناباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو جناب مسیح علیہ السلام کے حواری تھے اور آپ کے رفع آسمانی کے بعد آپ کی تعلیمات کے سب سے بڑے مبلغ۔ آپ نے بھی حسب ہدایت (اور یہ ہدایت خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھی جیسا کہ ان کی کتاب سے ظاہر ہے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ملفوظات اور خطابات کو یکجا کیا ہے۔ جس کا نام رکھا گیا ہے۔ ''انجیل برناباس'' اس کا مطالعہ کریں تو یوں لگتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ کی ہر مجلس وعظ گویا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میلاد تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام جب مقصود کائنات، امام الانبیاء علیہم السلام کا ذکر

چھیڑتے تو دلوں اور روحوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پھونک دیتے تھے۔ چنانچہ تبرک کے طور پر صرف ایک مجلس کا مختصر حال دیکھئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ (سوال میں آنے والی عظیم مسیحا کا نام اور علامات پوچھی گئی تھیں)

''مسیحا کا نام قابل تعریف (محمد) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اُن کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب وتاب میں لکھا تو خود ان کا نام رکھا اللہ نے فرمایا'' اے محمد! انتظار کر۔ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے۔ ساری دنیا کو پیدا کیا ہے۔ اور بیشمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تجھے نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا تیری بات سچی ہوگی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں۔ لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا (آپ نے فرمایا) محمد اس بابرکت کا نام ہے۔

اس پر تمام سامعین نے یہ کہہ کر فریاد کرنی شروع کر دی۔

O God! send us thy messenger:
O Muhammad come quickly for the salvation of the world.

(یعنی) اے خدا! اپنا رسول ہماری طرف بھیج۔ یا محمد دنیا کی نجات کیلئے تشریف لے آیئے۔ (باب۔ ۹۷)

ان نام نہاد الہامی وآسمانی کتابوں (اگر چہ اُن میں بہت کچھ تحریف ہو چکی ہے۔ حتیٰ کہ اب یہ تحقیق بھی مشکل ہے کہ وہ کس کس زبان میں نازل ہوئی تھیں) کے

علاوہ تمام دوسرے پرانے مذہب کی مذہبی و بنیادی کتابوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وکمالات اور آپ کی تشریف آوری کی خبر ملتی ہے۔ چنانچہ مجوسی مذہب، ہندومت، بدھ مت، جین مت کے پرانے مذہبی ادب میں ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجلیات، دل ودماغ کو اب بھی روشن کرنے کیلئے کافی ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کی مذہبی کتاب بھوشیہ پران میں ہے۔

''کل جگ میں ''سرب انما'' (محمد) پیدا ہوں گے۔ جن کے سر پر بادل سایہ کرے گا۔ اُن کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔ ان کے جسم پر مکھی نہ بیٹھے گی۔ وہ زمین کو لپیٹ جائیں گے، دنیا کیلئے کچھ تلاش نہ کریں گے۔ تمام عمر کم کھائیں گے۔ وہ اللہ کے محبوب ہوں گے۔ (نقل از جانِ جاناں از مسعود ملت پروفیسر محمد مسعود احمد)

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے جان جاناں میں ڈاکٹر وید پرکاش وپادھیائے کا بھی حوالہ دیا ہے (ڈاکٹر صاحب کا یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے اور دسمبر ۱۹۹۷ء میں اس کے بارے میں جو خبر اخبارات کی زینت بنی ہے، ذرا اسے ملاحظہ فرما کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ ''نئی دہلی'': (جی۔ این۔ این) ہندو مذہب کے ماننے والے اپنے جس کالکی اوتار (ہادی، عالم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ درحقیقت حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات اقدس ہے جس کا ظہور آج سے چودہ سو برس قبل ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہندوؤں کو اب کسی ''کالکی اوتار'' کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے اور فوراً اسلام قبول کر لینا چاہیئے۔ اس امر کا انکشاف بھارت میں حال ہی میں چھپنے والی کتاب ''کالکی اوتار'' میں کیا گیا ہے جس نے پورے

بھارت میں واویلا برپا کر دیا ہے۔ اس کا مصنف اگر کوئی مسلمان ہوتا تو تو اُسے یقیناً جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑتا اور اس کتاب کی اشاعت پر پابندی لگ چکی ہوتی لیکن اس کتاب کا مصنف ایک ہندو برہمن پنڈت، وید پرکاش ہے جو سنسکرت کا ممتاز عالم اور الہ آباد یونیورسٹی میں ایک اہم عہدہ پر متمکن ہے۔ مصنف نے اپنی اس تحقیق کو بھارت کے آٹھ پنڈتوں کے سامنے پیش کیا جو تحقیق کے میدان میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور بھارت کے بڑے مذہبی رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان پنڈتوں نے بھی وید پرکاش کی اس تحقیق کو درست تسلیم کیا ہے۔ مصنف نے اپنے اس دعوئی کی حمایت میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ مقدس کتاب ''ویدا'' میں درج ہے کہ ''بھگوان'' کا آخری پیغمبر (کالکی اوتار) ہوگا جو پوری دنیا کو رہنمائی فراہم کرے گا۔ مصنف کہتا ہے کہ یہ بات صرف حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صادق آتی ہے۔ ہندوازم کی پیش گوئی کے مطابق کالکی اوتار ایک جزیرے میں جنم لے گا اور یہ درحقیقت عربی علاقہ ہے جو جزیرۃ العرب کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ''وید'' میں ''کالکی اوتار'' کے باپ کا نام ''وشنو بھگت'' اور ماں کا نام ''سومانب'' تحریر ہے۔ سنسکرت میں وشنو اللہ اور بھگت بندہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح ''وشنو بھگت'' کا عربی ترجمہ ''عبداللہ'' بنتا ہے۔ سومانب سنسکرت میں امن و آشتی کو کہتے ہیں اور عربی میں اس کا مترادف لفظ ''آمنہ'' بنتا ہے۔ عبداللہ اور آمنہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کریم اور والدہ ماجدہ کے نام ہیں۔'' کالکی اوتار'' کے بارے میں مزید کہا گیا ہے کہ۔ کہ بھگوان اپنے خاص پیغام رساں

کے ذریعے انہیں ایک غار میں علم سکھائیں گے اور یہ بات بھی صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی صادق آتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے علم سے نوازا۔ ہندوؤں کی مقدس کتاب میں تحریر ہے کہ ''بھگوان'' کالکی اوتار کو ایک تیز رفتار گھوڑا دیں گے جس سے وہ اس دنیا کے گرد اور ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی براق کی سواری اور واقعہ معراج اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ ''کالکی اوتار'' گھڑ سواری، تیر اندازی اور تیغ زنی میں ماہر ہوگا۔ مصنف، وید پرکاش کہتا ہے کہ اس پیشینگوئی کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ گھوڑوں، نیزوں اور تلواروں کا دور اب گزر چکا ہے۔ اور ایسی صورت میں نیزوں بھالوں سے مسلح اوتار کا انتظار غیر دانشمندانہ اقدام ہوگا۔ مصنف کہتا ہے کہ کالکی اوتار'' درحقیقت حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف واضح اشارہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتاب قرآن دے کر پوری کائنات کیلئے رہنما بنا کر بھیجا لہٰذا ہندوؤں کو اب فوراً اسلام قبول کر لینا چاہئے (روزنامہ جنگ، نوائے وقت لاہور۔ ۹ دسمبر ۱۹۹۷ء)

ڈاکٹر صاحب ہندوؤں کو اپنے مقالے میں مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

''صرف میں ہی نہیں بلکہ تمام طبقے جو علم و دانش کی دولت سے مالا مال ہیں مجھے یقین ہے کہ ملک و قوم کے سکون کیلئے میری اس تحقیقی کتاب کو قبولیت کا درجہ دے سکیں گے۔ بھارتی جس ''کالکی'' کو اوتار مانتے ہیں، مسلمان اسی کالکی (پیغمبر عالم) کے شاگرد ہیں۔ کالکی کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ بھارت کے لئے رحمت کے

فرشتے ہوں گے اس لئے ہر وہ شخص جو بھارت کا رہنے والا ہے خود کو ہندو کہے یا الذین، کالکی پہ یقین کرے کیونکہ یہی آخری اوتار ہیں۔ جس کالکی کے انتظار میں بھارتی بیٹھے ہیں وہ آ چکے ہیں اور وہ ہیں محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(جان جاناں صفحہ ۱۸۲)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کسی اور شخصیت کیلئے ایسا اہتمام نظر نہیں آتا، کسی پیغمبر کی آمد آمد کا اعلان اس دھوم دھام سے نہیں کیا گیا۔ کسی اور نبی و رسول کا تذکرہ اتنا ہمہ گیر اور ایسا دلآویز نہیں بنایا گیا جتنا حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدھا سادا جواب یہی ہے کہ یہ مقصود کائنات ہیں اور ساری کائنات کو انہی کی عظمت و شان ظاہر کرنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں مخاطب فرمایا۔

مِنْ اَجْلِکَ اَسْطَحُ الْبَطْحَا وَ اَمْوَجُ الْمَوْجَ وَ اَرْفَعُ السَّمَاءَ وَ اَجْعَلُ الثَّوَابَ وَ الْعِقَابَ (زرقانی علی المواہب)

ترجمہ: (اے محبوب) تیری خاطر میں نے زمین کو بچھایا، لہراتے ہوئے دریا پیدا کئے، آسمانوں کو بلند کیا اور عذاب و ثواب (کے ضابطے) پیدا کئے۔ لہٰذا روز اول سے اس ذکر خیر الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی صورت حال ہے۔ بقول حکیم الامت اقبال علیہ الرحمہ

دشت میں، دامن کہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے

چین کے شہر ، مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ اب تک دیکھے
رفعتِ شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

اور اعلیٰ حضرت مجدد ملت بارگاہ رسالتمآب علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں عرض کرتے ہیں۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ ، فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے، تیری ہی داستان ہے

چونکہ حضور خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین ودنیا، ارض وسما اور ماضی مستقبل کے تمام ہنگاموں کی وجہِ تخلیق اور بازارِ ہستی کی اصل رونق ہیں۔ لہٰذا سب سے زیادہ شور آپ ہی کی آمد کا ہونا چاہیئے اور سب سے زیادہ ذکر آپ ہی کی ذات پاک کا ہونا چاہیئے۔ جہاں تک ذکر کا تعلق ہے۔ وہ تو ازل وابد کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ کیوں نہ ہو، قرآن اعلان کر رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔
(الاحزاب۔۵۶)

ترجمہ۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (کنز الایمان)

خالق درود بھیج رہا ہے۔ اپنے نبی پر اس کا مطلب وہی ہے جو حضرت ابو العالیہ نے فرمایا ہے۔ صلوٰۃ اللہ ثناءہ عند الملئکۃ یعنی اللہ کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ (ہر وقت) فرشتوں کے سامنے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتا رہتا ہے۔ کب سے؟ ظاہر ہے ہمیشہ سے، کب تک؟ ہمیشہ ہمیشہ تک۔

پھر ذکر میں ذکرِ ولادت بھی تو شامل ہے سو گویا ارض وسما میں میلاد کی محفلیں بھی ازل سے جاری ہیں اور جب تک آسمان کا تنا ہوا خیمہ اور مہر وماہ کے قمقمے روشن اور زمین کا فرش قائم ہے۔ میلاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پنڈال میں ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنگامے بھی برپا رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کائنات کی سب سے بڑی اور سب سے بنیادی خبر ایک ہے اور وہ ہے حبیب کبریا وجہ ارض وسما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر، جب تک حضور پُر نور تشریف نہیں لائے تھے۔ یہی شور تھا وہ آئیں گے، ضرور آئیں گے۔ ایک نہ ایک دن آ جائیں گے، انہیں ہر حال میں آنا ہے، آنے والے ہیں، بس آ ہی رہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا یہی ترانہ تھا۔ ملائکہ کا یہی نغمہ تھا، حوروں کے لب پر یہی گیت تھا۔ علم وعرفان خوشخبری سنا رہے تھے وجدان اسی سرور میں کھویا ہوا تھا۔

زمین کا ذرہ ذرہ محویت کے عالم میں منتظر تھا۔ درختوں کا پتہ پتہ جھوم جھوم کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ دریاؤں کی لہریں اس جوش عشق میں ساحل سے ٹکرا

رہی تھیں۔ کعبہ کی فضائیں اسی محبوب کے ظہور کیلئے دست بدعا تھیں۔ صفاومروہ کی چوٹیاں اس مطلوب کیلئے چشم براہ تھیں اب وہ تشریف لائے تو ارض وسما کی وسعتوں میں اُن کی آمد کا شور گونج اٹھا۔

جان بہار آگئے ، روح قرار آگئے
کون ومکاں جن پہ ہیں گویا نثار آگئے

حضور پرنور کس شان سے تشریف لائے:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب میرے لخت جگر کی ولادت باسعادت ہوئی، ان کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا اور جسم مبارک پر تیل ملا ہوا تھا۔ آپ سے خوشبو آرہی تھی اور آپ ختنہ شدہ تھے۔ آپ نے آتے ہی اللہ عزوجل کی بارہ گاہ میں سجدہ کیا، اس وقت آپ نے دونوں ہاتھ بھی آسمان کی طرف اُٹھالئے۔ چہرہ انور سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ لیا جو جنت سے لایا گیا تھا۔ پھر (انہیں نے) آپ کو اُٹھا کر زمین کے مشارق ومغارب کا چکر لگایا۔

نیز حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے ایک منادی کو پکارتے سنا (محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھنے والوں کی نظر سے پوشیدہ رکھو۔ (مولد العروس صفحہ ۲۸)

ذرا اس سے پہلے کا منظر بھی انہیں کی زبانی سن لیجئے۔

(یہ ربیع الاوّل شریف کی بارھویں رات تھی) اور شب دوشنبہ تھی کہ مجھ پر ایک رعب سا چھا گیا تو میں اپنے حال پر اور اس تنہائی پر روئی۔ اسی دوران دیوار شق ہوئی۔ اس میں سے تین (دراز قامت) خواتین برآمد ہوئیں گویا کہ کھجور کے لمبے درخت ہوں سفید چادریں اوڑھے ہوئے ہیں۔ عبد مناف کی صاحبزادیوں سے ملتی جلتی تھیں۔ ان سے کستوری کی خوشبو نکل کر پھیل رہی تھی۔ اُنہوں نے نہایت ہی فصیح زبان اور شیریں لہجے میں مجھے سلام کیا اور بولیں "ہم سے خوف وحزن محسوس نہ کیجئے گا" میں نے اُن سے پوچھا آپ کون ہیں جواب دیا حواء آسیہ اور مریم بنت عمران، ان کے بعد دس عورتیں مزید آگئیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ بولیں ہم حورعین میں سے ہیں۔ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر (دائی کے طور پر) حاضر ہوئی ہیں۔

ذرا آگے فرماتی ہیں۔

"(اس مبارک موقع پر) اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردے اٹھا دیئے اور میں نے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔ میں نے تین جھنڈے بھی ملاحظہ کئے۔ ایک مشرق میں

،دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبے کی چھت پر نصب تھا۔

یہ روایت بھی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔

"میں نے کسی کہنے والے کو (یوں کہتے) سنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفات آدم، مولد شیث (دوسری روایات میں یہاں مولد کی بجائے "معرفت" ہے مثلاً مدارج النبوۃ کی روایت)، شجاعت نوح، حلم ابراہیم، لسان اسمٰعیل، رضائے الحق، فصاحت صالح، رفعت ادریس، حکمت لقمان، بشارت یعقوب، جمال یوسف، صبر ایوب، قوت موسیٰ، تسبیح یونس، جہاد یوشع، نغمہ داؤد، ہیبت سلیمان، حب دانیال، وقار الیاس، عصمت یحیٰی، قبول زکریا، زہد عیسیٰ اور علم خضر علیہم السلام عطا کر دو اور انہیں نبیوں اور رسولوں کے اخلاق میں غوطہ دو کیونکہ یہ اوّلین و آخرین کے سردار ہیں۔ میں نے بادل کے ایک ٹکڑے کو آگے آتے دیکھا۔ کوئی کہہ رہا تھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح و نصرت اور بیت اللہ کی کنجیوں پر قبضہ کر لیا۔ نیز میں نے ایک فرشتے کو دیکھا جس نے آ کر آپ کے کان میں کوئی بات کی۔ پھر آپ کا بوسہ لیا اور بولا۔

اَبْشِرْ حَبِیْبِیْ مُحَمَّدٌ فَاِنَّکَ سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ اَجْمَعِیْنَ بِکَ خَتَمَ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَمَا بَقِیَ عِلْمٌ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا اُوْتِیْتَهٗ۔ (اے میرے حبیب محمد آپ کو بشارت ہو کہ یقیناً آپ سب اولاد آدم کے سردار ہیں آپ پر ہی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ختم کیا اور اوّلین و آخرین کا کوئی علم نہیں جو آپ کو نہیں ملا)۔

(مولد العروس صفحہ ۲۹، ۳۰)

اب آئیے چند اشعار بھی ملاحظہ فرمائیے (جنہیں محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے میلاد کے طور پر پیش کیا۔ ہاں ہاں صرف چند اشعار سب نہیں)

وُلِدَ الْحَبِیْبُ وَ خَدُّهٗ مُتَوَرِّدُ
وَالنُّوْرُ مِنْ وَّ جَنَاتِهٖ یَتَوَقَّدُ
ھٰذَا کَحِیْلُ الطَّرْفِ ھٰذَا الْمُصْطَفٰی
ھٰذَا جَمِیْلُ الْوَجْهِ ھٰذَا الْاَوْحَدُ
ھٰذَا جَمِیْلُ النَّعْتِ ھٰذَا الْمُرْتَضٰی
ھٰذَا حَبِیْبُ اللّٰہِ ھٰذَا السَّیِّدُ
یَالَیْتَ طُوْلَ الدَّھْرِ عِنْدِیْ ذِکْرُهٗ
یَالَیْتَ طُوْلَ الدَّھْرِ عِنْدِیْ مَوْلِدُهٗ
صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَامَنْ اِسْمُهٗ
بَیْنَ الْبَرِیَّةِ اَحْمَدُ مُحَمَّدُ

ترجمہ۔ (۱) حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے رخسار گلاب کی طرح تھے۔ اور (آپ اس انداز میں جلوہ افروز ہوئے کہ) مبارک ہونٹوں سے نور چمک رہا ہے۔

(۲) یہ ہیں سرگیں آنکھ والے، یہ ہیں مصطفیٰ، یہ خوبصورت چہرے والے ہیں اور یہ یکتا ہیں۔

(۳) یہ ہیں عمدہ صفت والے، یہ ہیں مرتضیٰ، یہ ہیں اللہ کے حبیب اور یہی (کونین کے) سردار ہیں۔

(۴) اے کاش! جب تک زمانہ موجود رہے۔ میرے سامنے آپ کا ذکر خیر ہی ہوتا رہے اور اے کاش! جب تک زمانہ قائم رہے، میرے سامنے آپ کا میلاد شریف ہی پڑھا جائے۔

(۵) اے وہ ذات پاک جن کے نام ساری کائنات میں احمد اور محمد ہیں آپ پر اللہ تعالیٰ درود وسلام بھیجتا ہے۔

ولادت باسعادت کے عالمگیر اثرات:

اکثر سیرت نگار خصوصاً محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اسی (میلاد) کی رات (آتشکدہ) ایران کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا۔ کسریٰ (شان ایران) کا محل پھٹ گیا اور اس کے کنگرے بکھر گئے۔ جن میں سے چودہ (زمین پر) آپڑے۔ بحیرہ ساوہ طبریہ خشک ہوگیا۔ جادو اور کہانت کی قوت ٹوٹ گئی۔ آسمان پر پہرہ لگ گیا اور شیطانوں کو (فرشتوں کی) باتیں سننے سے روک دیا گیا (اب وہ آسمان کے قریب بھی نہیں ٹھہر سکتے۔) دنیا کے تمام بت اوندھے منہ گر گئے۔ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے میلاد شریف) کے احترام میں خدا کے (سب سے بڑے) دشمن شیطان کا تخت بھی

الٹا ہوگیا۔ (مولد العروس ص ۳۰)

اسی کتاب کی ایک ابتدائی عبارت ملاحظہ ہو۔

وَالْاَحْبَارُ بِهٖ اَخْبَرَتْ، وَالْكُهَّانُ بِهٖ اَعْلَنَتْ وَالْجِنُّ بِرِسَالَتِهٖ اٰمَنَتْ وَالْاٰيَاتُ بِاِسْمِهٖ نَطَقَتْ وَنَارُ فَارِسَ مِنْ نُوْرِهٖ اُخْمِدَتْ وَالْاَسِرَّةُ بِمُلُوْكِهَا تَزَلْزَلَتْ وَالتِّيْجَانُ مِنْ رُؤُسِ اَرْبَابِهَا تَسَاقَطَتْ وَبُحَيْرَةُ طَبَرِيَّا عِنْدَ ظُهُوْرِهٖ وَقَفَتْ وَكَمْ مِنْ عَيْنٍ نَبَعَتْ وَفَارَتْ۔ (مولد العروس)

ترجمہ: بڑے بڑے علماء نے آپ کی ولادت کی خبر دی۔ کاہنوں نے آپ کے ظہور کا اعلان کیا۔ جن آپ کی رسالت پر ایمان لائے، آیات وعلامات نے آپ کے نام نامی پر شہادت دی۔ فارس کی آگ آپ کے نور سے بجھ گئی، تخت اپنے بادشاہوں سمیت کانپنے لگے، تاجداروں کے سروں سے تاج گر پڑے۔ بحیرہ طبریا آپ کی تشریف آوری پر ٹھہر گیا (یعنی خشک ہوگیا) اور کتنے ہی (نئے) چشمے جاری اور موجزن ہوگئے۔ یہ چند اشعار بھی جو علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ کے ایک اور طویل میلاد نامے کا حصہ ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

صُبْحُ الْهُدٰى مَلَأَ الْوُجُوْدَ سُرُوْرًا

لَمَّا بَدَا وَجْهُ الْحَبِيْبِ مُنِيْرًا

وَتَرَنَّمَ الْاَطْيَارُ عِنْدَ ظُهُوْرِهٖ

فَرِحًا وَمَالَ الْغُصْنُ مِنْهُ بُذُوْرًا

وَاَتَى النَّسِيْمُ مُبَشِّرًا وَّمُعَطِّرًا

بِقُدُوْمِ اَحْمَدَ فِى الْاَنَامِ نَذِيْرًا

وَتَسَاقَطَ الْاَصْنَامُ عِنْدَ مِلَادِهٖ

وَتَصَعَّدَ الْكُهَّانُ مِنْهُ زَفِيْرًا

ترجمہ: (۱) صبح جب حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ روشن جلوہ گر ہوا تو صبح ہدایت نے ساری کائنات کو سرور سے بھر دیا۔

(۲) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے وقت پرندوں نے خوشی سے گیت گائے اور شاخیں (ادب واحترام کی بنا پر) تھیلیاں بن کر (یعنی بار آور ہو کر) جھک گئیں۔

(۳) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ساری دنیا کیلئے نذیر ہیں کی تشریف آوری کی خبر دیتی ہوئی اور خوشبوئیں پھیلاتی ہوئی باد نسیم چلی۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد شریف کے وقت تمام بت بُری طرح گر پڑے اور گویا کاہن چیخ چیخ کر رہ گئے۔

عالم بالا میں جشن میلاد:

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، فرشتوں نے آہستہ اور اونچی آواز سے (اس کا) اعلان کیا۔ حضرت جرائیل علیہ السلام

بشارت لائے اور عرش خوشی سے جھوم جھوم اُٹھا۔ حورعین اپنے محلات سے نکل آئیں اور عطر نچھاور کرنے لگیں۔ رضوان (داروغہ جنت) کو حکم دیا گیا فردوس اعلیٰ آراستہ کرو اور محل سے پردہ اٹھا دو۔ نیز (سیدہ) آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں جناتِ عدن سے پرندے بھیج دو جو اپنی چونچوں کے ذریعے موتی بکھیریں۔ جو حضرت سیدہ آمنہ کے اردگرد فرشتے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے پَر خوب پھیلائے۔ نیز تسبیح وتہلیل کرنے والے فرشتے اس کثرت سے اترے کہ تمام بحر وبر اور نشیب وفراز بھر گئے۔ (مولد العروس ص ۷)

ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ کی ولادت پر ایک دوسرے کو بشارتیں دے رہے تھے اور آسمان پر آپ کی عظمت کی وجہ سے پہرے بٹھا دیئے گئے اور آپ ہی کی تعظیم کے طور پر چوری چھپے سننے کی کوشش کرنے والے شیاطین کو شہاب ثاقب سے مارا گیا۔ (اس موقع پر سب خوش تھے مگر) ابلیس چیخ رہا تھا اور اپنی ہلاکت وتباہی پر واویلا کر رہا تھا (اِبْلِيْسُ صَاحَ وَنَادٰى عَلٰى نَفْسِهٖ وَيْلًا وَّ ثُبُوْرًا)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

قال: فَضَجَّتِ الْمَلٰٓئِكَةُ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ لِلْمَلِكِ الْجَلِيْلِ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجِنَانِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النِّيْرَانِ فَرِحًا بِوِلَادَةِ سَيِّدِ الْاَكْوَانِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ پھر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح تہلیل اور تکبیر کا

شور بلند کیا، جنت کے دروازے کھول دیئے گئے، دوزخ کے دروازے بند کیے گئے اور یہ سب کچھ حضور سرور کائنات سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد شریف کی خوشی میں ہوا۔ (مولد العروس)

واقعات میلاد کی حکمتیں:

پہلی حکمت تو ہی ہے جو تمہید میں بیان ہوئی۔ یعنی رب کریم اپنے محبوبوں کی طے شدہ آئندہ عظمتوں کا تعارف ولادت سے پہلے خوابوں یا پیشگوئیوں سے بھی کراتا ہے۔ اور پھر اُن کی ولادتِ باسعادت سے تعلق رکھنے والے مخصوص واقعات سے بھیج جیسا کہ نمرود اور فرعون کے خواب اور کاہنوں وغیرہ کی تعبیریں جو گویا پیشگوئیوں کا درجہ رکھتی تھیں بھی اُن کی عظمت کا اعلان کرتی ہیں اور پھر اُن کی ولادت کو روکنے کیلئے سارے حکومتی ذرائع استعمال کرنے کے باوجود اُن کا رونق فروز عرصہ گیتی ہونا بھی اُن کی غیر معمولی عظمتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص تعصب وحجود کی پٹی آنکھوں سے اُتار کر محبوبانِ خدا کی ولادت کے واقعات پر ہی غور کر لے تو بھی حق شناسی میں کوئی وقت نہیں رہتی۔ بعثت سے نبوت و رسالت کا دعویٰ نبی و رسول خود کرتے ہیں اور بعثت سے پہلے کی سیرت اس دعویٰ کی ناقابلِ تردید دلیل ہوتی ہے۔ خصوصاً جو خوارق اُن کی ولادت و رضاعت اور قبل از بعثت سارے دور حیات سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا انکار آسان نہیں ہوتا۔ اسی لئے انہیں معجزات کی بجائے ارہاصات (زبدۃ المخالفین، قدوۃ المنکرین حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں ایات النبوۃ وبراھینھا **تکون فی حیات الرسول وقبل مولدہ**

وبعد مماته : کی نشانیاں اور دلیلیں رسول کی حیات ظاہری اور اس کی ولادت سے پہلے اور وصال کے بعد بھی رونما ہوتی ہیں "الجواب الصحیح جلد۴ صفحہ۲۴۹) کہا جاتا ہے۔

یہ بھی معجزات کی طرح خوارق عادات ہوتے ہیں۔ مگر ان کی اہمیت کے پیش نظر انہیں ارہاصات کہا جاتا ہے۔ کیونکہ نبی کی شخصیت اور عظمت نبوت پر غور کرنے کیلئے یہ "بنیاد" کا کام دیتے ہیں۔ ولادت وغیرہ کے وقت کے ارہاصات گویا نبوت کی پہچان کی طرح اور بعد کی معجزاتی قوتوں کی بنیاد ہوتے ہیں۔ لہذا میلاد شریف کے واقعات بھی سیرت کا اہم عنوان اور باب ہیں۔ مولانا بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں اس لحاظ سے آپ کی سیرت کے تین حصے سامنے آتے ہیں۔ ولادت سے قبل، ولادت کے بعد، اور نبوت یعنی بعثت سے قبل، تیسرا نبوت وبعثت کے بعد (ترجمان السنہ جلد۴)۔

بعثت کے بعد کے معجزات کو نمرود و فرعون اور ان کے ساتھی جادو کہہ کر اپنے دل کو بہلا لیتے تھے۔ مگر ولادت کے ارہاصات کو جادو قرار دینا ناممکن ہے۔ یہ تو قدرتِ خداوندی جو ہمیشہ نبی کی پشت پناہی کرتی ہے کی روشن دلیل ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خدا کے حکم سے جب فرعون کے دربار میں حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں تو وہ بدبخت ید بیضا اور عصائے موسوی کی کرشمہ سازیوں کو "جادو" کے تماشے قرار دیتا ہے۔ اگر وہ آپ کی ولادتِ باسعادت کے واقعات کو یاد کر کے فیصلہ کرتا تو قطعاً جادوگر کہنے کی جراءت نہ کرتا، پہلے تو اُسے خواب میں جادوگر کی نہیں نبی کی آمد سے مطلع کیا گیا تھا کیونکہ بتانے

والوں نے بھی تعبیر کے طور پر یہ نہیں کہا تھا کہ ایک جادوگر پیدا ہونے والا ہے۔ بلکہ یہی کہا گیا تھا۔ ایک نبی تشریف لا رہا ہے۔ پھر نبی جس شان سے تشریف لایا وہی اس (فرعون) کے دعویٰ خدائی کے بطلان کیلئے کافی تھا۔ ایک تو اس لئے خدائی کا دعویٰ کر کے بھی دوسروں سے تعبیر پوچھنے کا محتاج ہے۔ ہاں ہاں وہ کیسا خدا ہے جو سوتا بھی ہے۔ خواب بھی دیکھتا ہے۔ اور پھر اس کی تعبیر بھی خود نہیں جانتا اور جب اُسے تعبیر بتا دی جاتی ہے۔ تو اُسے آنے والے کا علم نہیں۔ کہ کون ہے۔؟ کس کے گھر میں کب پیدا ہو رہا ہے؟ علم نہ ہونے کی بنا پر بے گناہوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ یعنی بزعم خویش خدا ہو کر رحم سے بھی خالی ہے۔ اس ساری اور بیہودہ کوشش کے باوجود جسے آنا تھا۔ آ کے رہتا ہے اور پھر اسی مردود کے گھر میں اپنی ماں کے دودھ سے پرورش پاتا ہے۔ گویا یقیناً فرعون میں خدا ہونے کیلئے جن اوصاف کی ضرورت ہے اُن میں سے ایک بھی نہیں (اور نہ ہو سکتا ہے) نہ سونے سے پاک ہونا، نہ ہر چیز کو جاننا، نہ سب کچھ کر سکنا، نہ رحیم و کریم ہونا۔ اور اس کے برعکس جس خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے اُس کا سچا خدا ہونا موسیٰ علیہ السلام کے ایک ایک واقعہ ولادت سے ظاہر ہو رہا ہے۔

گویا خدا تو خدا ہے اس کا بندہ موسیٰ علیہ السلام بھی اس شان و عظمت اور قوت و قدرت سے آراستہ ہو کر آیا ہے کہ فرعون کی ساری نام نہاد خدائی طاقتیں اس کے سامنے پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتیں۔ یہی جاہ و جلال سے تشریف لانے والے موسیٰ علیہ السلام جو راستے کی تمام فرعونی دیواریں توڑ کر بزم ہستی میں تشریف لائے

ہیں۔ کل کلاں کو اُسی کی جھوٹی خدائی کی کمر توڑنے کیلئے ہاتھ میں عصا لئے آتے ہیں تو کیا تعجب؟ اور کفر و شرک کی ظلمات میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو روشنی دکھانے کیلئے ید بیضا (روشن ہاتھ) دکھاتے ہیں تو کیسی حیرت۔ جس ہاتھ نے آغازِ شباب میں ایک ظالم (قبطی) کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اب اگر صاحب ید بیضا بن کر کفر و شرک کے کثیر التعداد علمبرداروں کو صفحۂ ہستی سے ناپید کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا حق ہے۔

یہی صورت حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں بھی موجود ہے۔ اُن کے معجزات مابعد بعثت کو کوئی کافر جادو کہنا چاہتا ہے۔ تو فرمایئے اُن کے خطبہ مہد یعنی پنگھوڑے والی تقریر کو کیا عنوان دے گا اور جادو سے کیونکر تعبیر کر سکے گا۔

آیئے اب اسی بنیاد پر سرور کونین خواجہ دارین امام الانبیاء سید المرسلین حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت قبل از بعثت کی طرف۔ چالیس سال کی عمر شریف میں بعثت کا راز کیا ہے۔ یہی کہ نبوت کے اولین مخاطبین آپ کی سیرت طیبہ کو خوب دیکھ لیں اور اتنا طویل عرصہ آپ کو قریب سے دیکھ کر آپ کی بے مثال شخصیت کے بارے میں ایک متفقہ اور پختہ رائے قائم کر لیں۔ چنانچہ جب وہ سب کے سب بغیر کسی ادنیٰ سے شبہ کے بیک آواز آپ کو الصادق اور الامین کہنے کے عادی ہو گئے تو بعثت بھی ہو گئی۔ یاد رہے الصادق کا مفہوم اُن کے نزدیک ایسے سچے ہیں کہ جھوٹ آپ کی زبان پر آ ہی نہیں سکتا اور یونہی آپ ایسے امین ہیں کہ خیانت آپ سے سرزد نہیں ہو سکتی۔

اور یہ تصور کیوں ضروری تھا اس لئے کہ عالم غیب سے دنیا کو متعارف کراتا

تھا اور عالم غیب سے دنیا کے متعارف ہونے کا ذریعہ زبان نبوت کے سوا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کیلئے ایسا سچا شخص درکار ہے جس کی زبان پر جھوٹ آ ہی نہ سکے۔ خدانخواستہ اگر اُس کی زبان بھی مشکوک ہو گی تو عالم غیب سے متعارف ہونے کا ذریعہ نہیں رہے گا اور ایمان کا دارومدار غیب ماننے پر ہی ہے۔ (الذین یؤمنون بالغیب۔ یعنی متقین وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ البقرہ) اسی طرح بعثت کے بعد ان کے پاس خدا کی طرف سے وحی آیا کرے گی، اگر کسی معمولی سی چیز میں بھی ان سے خیانت نہیں ہو سکتی تو وحی خداوندی میں معاذ اللہ کسی خیانت کا تصور کیونکر ممکن ہے۔ یوں جانیے بعثت سے پہلے کی سیرت نبی کی حقیقت وحقانیت پر سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے اسی لئے قرآن پاک نے اس دور ماقبل بعثت کو دلیلِ صداقت بناتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح اعلان کرنے کا حکم دیا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً مِنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس۔۱۶)

ترجمہ: تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں، تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ (کنزالایمان)

چنانچہ کوہ صفا پر تشریف لے جا کر حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے اجتماع سے فرمایا۔ بتاؤ! اگر میں تم سے بیان کروں کہ کچھ سوار تم پر حملہ کرنے کو اس نالے میں جمع ہیں تو میری بات سچ مانو گے؟ (اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ) اُنہوں نے جواب دیا. نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا . ترجمہ ہاں

(کیونکہ) ہم نے تمہیں ہمیشہ سچ بولتے ہی دیکھا ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر سورۃ شعر)

اس تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح نمایاں ہو گئی ہے کہ سیرت قبل از بعثت نبی کا سب سے بڑا معجزہ ہوتی ہے۔ تو جیسا تمہید میں بتایا گیا تھا کہ اس دور کی خداداد مخصوص قوتیں بھی تو سیرت کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔ کیا ان سے بھی یہ بات سامنے نہیں آتی کہ عام لوگوں کے برعکس ان کی یہ ماورائی طاقتیں بھی یقیناً کسی ماوراء ہستی کی نمائندگی کرتی ہیں۔ مثلاً شدید دھوپ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر بادل کا سائبان رہنا، درختوں کی شاخوں کا جھک جھک کر آپ کی نشستگاہ کی طرف آنا، بکریوں اور دوسرے جانوروں کا آپ کو قبل از بعثت سجدے کرنا، ٹیلوں اور درختوں سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آوازوں کا آنا بحیرہ اور نسطورا جیسے راہبوں کا آپ کے نبی آخرالزمان ہونے کی تصدیق کرنا اور اپنی تحریف شدہ الہامی کتابوں میں دی گئی علامات سے آپ کو پہچاننا کیا آپ کی حقانیت کے روشن دلائل نہیں۔ ان راہبوں کا گواہی دینا کوئی راز کیات تو نہیں تھی، آپ باقاعدہ دونوں بار ایک ایک قافلے کے ساتھ تھے۔ کیا اس گواہی کو جادو کہا جا سکتا ہے۔ تیسرے سفر کے ایسے واقعات جب میسرہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کئے تھے تو کیا یہی اُن کی طرف سے نکاح کی پیشکش کا سبب نہیں بنے تھے اور آخر میں اُن کے دولین مومنہ ہونے کا ذریعہ نہیں ہوئے تھے۔ یہیں سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اگرچہ بظاہر یہ دونوں تجارت ہی کے سفر تھے مگر باطن میں یہ بھی تبلیغ دین کیلئے تھے۔ حکمت یہ تھی کہ شرکائے تجارت خوب جان لیں جس کو وہ محض ایک تاجر کی

حیثیت سے اپنا رفیقِ سفر جانتے ہیں۔ اس کی رسالت کا شہرہ چار دانگ عالم میں گو
رہا ہے۔ اور اُس وقت سے گونج رہا ہے جب توریت اور انجیل کے ماہرین کے زیر
مطالعہ رہنے والی کتابیں اپنی اصلی حالت میں آسمان سے نازل ہوئی تھیں۔

(بلکہ اس سے بھی پہلے سے) یہ تو حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اپنے
سفر کا حال ہے۔ آپ کے علاوہ بھی مکہ معظمہ کے لوگ عموماً تجارت کیلئے یا بعض راہ حق
کی تلاش میں دوسرے ممالک کی طرف نکلے تو کتنے ہی باخبر راہبوں نے انہیں یہی
کہ جلد واپس جاؤ، نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کا یہی دور ہے۔

مختصر یہ کہ بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو اپنی نبوت
ورسالت کا اعلان نہیں فرمایا مگر قدرتِ باری تعالیٰ خود اس کا مختلف ذرائع سے اعلا
پہ اعلان کر رہی ہے۔ کسی کو خواب کے ذریعے، کسی کو کسی راہب کے وسیلے سے، کو
مخصوص ستارہ دیکھ کر پہچان گیا ہے۔ کوئی مہرِ نبوت کو دلیل ٹھہرا رہا ہے، کوئی اخلا
کریمانہ سے متاثر ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے، یہ سب کچھ اسی لئے تھا کہ بعثت سے پہ
دلائل کو عام کر کے بعثت کے بعد کسی کو نبوت ورسالت کی تصدیق میں ہچکچاہٹ
محسوس ہو۔ چنانچہ یہی حکمت تھی اُن ارہاصات میں جو ولادتِ باسعادت کے مو
پر دیکھنے والوں نے دیکھے۔ یہ واقعات اپنی نوعیت میں عجیب اور انوکھے تھے کیو
ان کے ذریعے ایک ہستی کا تعارف کرانا مقصود تھا جو ساری دنیا میں سب سے عج
اور انوکھی ہے۔ گویا واقعات کا انوکھا پن یہ اعلان کر رہا تھا کہ

محمد ﷺ عجیب وغریب آگئے ہیں

مگر اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ والا صفات کا
تعارف ہی نہیں تھا آپ کے مقصدِ بعثت کا تعارف بھی تھا۔ یوں جانیے آپ صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانہء اقدس میں سیدہ
طیبہ وطاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں کیا تشریف لائے، قدرت
نے رحمت ورافت کے نقاروں کی گونج میں اعلان کر دیا۔

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ

ترجمہ۔ بے شک تمہارے پاس تشریف لے آئے رسول۔

گویا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری ہی منصب رسالت
کے ساتھ تھی (گو اس کا باقاعدہ اعلان مذکورہ حکمتوں کے تحت چالیس سال کی عمر
شریف میں ہوا) لہٰذا اس موقع پر بھی مختلف طریقوں سے ان تمام اہم عقائد واعمال کا
اعلان کر دیا گیا جو آپ کی تعلیماتِ نبوت کے زیادہ نمایاں عنوان ہیں۔

خدائے واحد ہی عبادت کے لائق ہے:

ولادتِ باسعادت کے موقع پر آپ نے سب سے پہلے بارگاہ ربوبیت
میں سجدہ نیاز پیش کیا (جیسا کہ حضرت سیدہ آمنہ کے ارشادات کے حوالے سے
گزرا) اور آپ کی شہادت کی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور
باقی سب انگلیاں بند تھیں۔

توحید و رسالت کی گواہی :

آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق آپ نے سجدے سے سر اُٹھا کر بزبان فصیح فرمایا ۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ

(ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اللہ کا رسول ہوں) (شواہد النبوۃ)

اور بعض روایات میں حالتِ سجدہ میں امت کیلئے بخشش کی دعا بھی منقول ہے۔ اسی لئے مجدد ملت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود
یادگاری امت پہ لاکھوں سلام

شرک کی بیخ کنی :

توحید کی تکمیل وغیرت کا تقاضا یہ ہے کہ شرک کا قلع قمع کیا جائے اور یہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا بنیادی تقاضا تھا، چنانچہ ولادت باسعادت کے موقع پر اس کا اظہار کئی طریقوں سے ہوا۔ مثلاً

۱۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں (اس شب میلاد میں) تمام بت جو کعبہ اور اس کے اردگرد نصب کئے ہوئے تھے، اوندھے گر گئے۔ جبکہ سب سے پہلے بڑا بت جس کا نام ہبل تھا۔ منہ کے بل گرا تو اس کے اندر سے آواز آئی خبردار نبی

آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لے آئے ہیں اور ان کے نور سے مشرق ومغرب روشن ہو گئے۔ (شواہد النبوۃ، مدارج النبوۃ)

۲۔ فارس کا آتشکدہ جو ہزار سال سے روشن تھا (جس کی پرستش ایران کے مجوسی کیا کرتے تھے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں تشریف لاتے ہی بجھ گیا)

۳۔ بحیرہ ساوہ ہمدان درے کے عین وسط میں واقع تھا۔ اس میں کشتیاں چلتی تھیں بت خانے اور مندر تھے۔ یہ بھی اسی وقت یکدم خشک ہو گیا۔

۴۔ وادی سماوہ ایک ہزار سال سے خشک تھی، یکا یک بہنے لگی۔ (یہ بھی اہل شرک کی آماجگاہ تھی)

ہمہ گیر بعثت :

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردے اُٹھا دیئے تو میں نے زمین کے مشارق ومغارب دیکھ لئے اور میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور تیسرا کعبے کی چھت پر نصب تھا (زرقانی)۔ گویا اشارہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں (خانہ کعبہ کے پاس ہی) مبعوث ہوں گے اور تمام دنیا کے رسول ہوں گے۔

شہنشاہ ارض وسما :

اس موقع پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور قدسیان وحورعین کا سیدہ

آمنہ کے حجلہ عرش آستان پر سلامی کیلئے حاضر ہونا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الانبیاء اور شہنشاہِ ارض وسما ہیں نیز جنت اور اہل جنت سب ان کے زیر نگیں ہیں۔ یونہی حضرت مریم، حضرت آسیہ اور حضرت حوا کا حضرت آمنہ کی خدمت کیلئے آنا بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کے لختِ جگر ہر عالم کیلئے رحمت ہی نہیں ہر عالم میں باذنہ تعالیٰ متصرف ہیں۔ خصوصاً یہ کہ مخدوم اولین وآخرین ہیں۔

جامع کمالات:

گذشتہ صفحات میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت کچھ ایسی آوازیں آرہی تھیں کہ انہیں مختلف انبیاء کرام کے کمالاتِ سیرت عطا کردو۔ گویا قرآنی الفاظ فبھدھم اقتدہ (یعنی تو تم ان پیغمبروں کی راہ چلو" مفسرین کے نزدیک مراد یہ ہے کہ سب انبیاء کرام کے اخلاق وکمالات کے جامع ہو جاؤ۔" (الانعام، آیت نمبر ۹۰) کی تفسیر کا اولین عملی ظہور تھا۔ اسی کے ضمن میں ان کے علمی واعجازی کمالات بھی شامل ہیں۔ اسی کے ساتھ رضوانِ جنت کی یہ بشارت بھی شامل کریں کہ یا محمد! کسی نبی کا علم نہیں جو آپ کو نہ دیا گیا ہو۔

باذن خداوندی مالک وقاسم ہونا:

یہ روایت بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ایک آواز آرہی تھی۔ محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فتح ونصرت اور بیت اللہ کی کنجیوں پر قبضہ کرلیا (قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلٰی مَفَاتِیْحِ النَّصْرِ وَعَلٰی مَفَاتِیْحِ الْبَیْتِ)۔" ایک روایت میں ہے قبض محمد علی مفاتیح النصرۃ ومفاتیح الربح ومفاتیح النبوۃ یعنی قبضہ کرلیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصرت، نفع اور نبوت کی کنجیوں پر اسی روایت میں علی الدنیا کلھا یعنی سب دنیا پر قبضہ کرلیا۔ (مولد العروس صفحہ ۲۹)

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرور دین ودنیا اور باذنِ پروردگار ساری مخلوق کے مالک ومختار ہونے کیطرف اشارہ تھا۔ اسی حقیقت کو بعثت کے بعد یوں ظاہر کیا گیا۔

(۱) وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ۔ (بخاری کتاب الجنائز) ترجمہ: اور بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئیں۔

(۲) وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ (بخاری) ترجمہ: اور میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ ہی عطا فرمانے والا ہے۔

مشرق ومغرب کی سیر: ولادت کے فوراً بعد مشرق ومغرب کی سیر کرایا جانا اور ساری مخلوق کو آپ کے انوار سے شناسا کرایا جانا آپ کے صاحب معراج ہونے کی دلیل بھی ہے اور اس سے اہل دنیا کو اُن کے رسول اور داتا کا پتا بتانا بھی مقصود ہے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کا یہ فرمان سنیے۔

مَامِنْ شَیْءٍ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا کَفَرَۃُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ (طبرانی معجم کبیر) ترجمہ: کافر جنوں اور انسانوں کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو۔

آپ کا سراپا طہارت و نظافت ہونا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مغسول، مکحول، مدہون اور مختون تشریف لانا آپ کی فطری طہارت و یکتائی کی بے مثال دلیل ہے۔ نیز اس سے خداوند قادر وکریم کے علی کل شئی قدیر ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ یہ گویا جامع کمالات انبیاء کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔ آپ کی مثلیت اور بشریت محضہ کی رٹ لگانے والوں کو سوچنا چاہئے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس معجزانہ طہارت ونظافت کا جواب اس دنیا میں کہاں ممکن ہے۔ دوسری روایات کے مطابق آپ بدر کامل کی طرح چمک رہے تھے اور آپ سے نہایت پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی۔

نور اور مشاہدہ:

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ بالا کمالات کہ آپ جب دنیا میں تشریف لائے تو غسل شدہ تھے آنکھوں میں سرمہ لگا تھا، جسم پر تیل ملا ہوا تھا نیز آپ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ تھے۔ غور کریں تو یہیں سے نور و بشر کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے وہ یوں کہ اگر چہ آپ لباس بشریت میں جلوہ گر ہوئے ہیں آپ کی حقیقت نور

ہے اور آپ کی فطری طہارت ونظافت آپ کے اصل نور ہونے کی طرف اشارہ ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمان کہ مجھ سے ایک نور نکلا جس سے مجھ پر مشرق ومغرب روشن ہو گئے چنانچہ اسی روشنی میں مَیں نے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں اور ایک روایت کے مطابق ملک شام کے محلات بھی دیکھ لئے۔ غور فرمایئے جس نور کی روشنی میں زمین کے تمام گوشے نظر کے سامنے آ گئے ہیں اس نور کے اپنے مشاہدے کی کیا کیفیت ہوگی اور ارض وسما کی کونسی چیز اس سے مخفی رہ سکے گی۔

اور کوئی غیب کیا، تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا، تم پہ کروڑوں درود

اب اس کی روشنی میں حدیث پاک پر غور فرمائیں جو بعثت کے بعد نطق رسالت سے صادر ہوئی۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ اِلَیْکُمْ لَیْسَ بِوَھْنٍ وَلَا کَسَلٍ لِیُحْیِیَ قُلُوْبًا غُلْفًا وَیَفْتَحَ اَعْیُنًا عُمْیًا وَیُسْمِعَ اٰذَانًا صُمًّا وَیُقِیْمَ اَلْسِنَۃً عُوْجًا حَتّٰی یُقَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ۔ (سنن دارمی)

ترجمہ: بے شک تشریف لایا تمہارے پاس وہ رسول تمہاری طرف بھیجا ہوا جو ضعف وکاہلی سے پاک ہے تاکہ وہ رسول زندہ فرما دے غلاف چڑھے دل اور وہ رسول کھول دے اندھی آنکھیں اور وہ رسول شنوا کر دے بہرے کانوں کو اور وہ

رسول سیدھی کردے نیز بھی زبانوں کو یہاں تک کہ لوگ کہہ دیں کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہیں (الامن والعلی)

مشرق ومغرب کی ہر چیز کا روشن ہونا تو محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جہانگیر رسالت کیطرف اشارہ ہے جس کے نورِ ہدایت سے ساری دنیا منور ہونے والی تھی۔ اس مشاہدے کے دوران خصوصاً ملک شام کا ذکر اس حقیقت کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ کہ نورِ نبوت کی جلوہ فرمائیوں کو اس سرزمین سے خصوصی تعلق ہے

(چنانچہ اس ملک شام کے فضائل میں بہت سی احادیث موجود ہیں)

ولادت شریفہ اور زمان ومکان کا شرف:

آپ کی تشریف آوری ربیع (موسم بہار) میں ہوئی اور مہینے کا نام بھی ربیع الاول (یعنی پہلی بہار) سے کسی نے خوب فرمایا

رَبِیْعٌ فِیْ رَبِیْعٍ فِیْ رَبِیْعٍ
وَنُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ فَوْقَ نُوْرٍ

میلاد کا موسم ومہینہ اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ تشریف لانے والا اصل بہاراں اور جان بہاراں ہے۔ آپ کے تشریف لاتے ہی

ہوا بدلی ، گھرے بادل ، کھلے گل بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہار جانفزا آئی گلستان میں

یہی وہ سال تھا جس کو ''عام الفیل'' کہتے ہیں۔ ابرہہ کے لشکر کی تباہی کا منظر اہل مکہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اس لئے وہ بتوں کی کارسازی بلکہ خدائی کے عقیدے سے بھی تائب ہوگئے سات سال تک اس واقعے کے اثرات اُن کے فکر ونظر پر چھائے رہے اور وہ دامن توحید میں آباد ہو کر شرک سے بالکل پاک رہے۔ مگر افسوس پھر انہوں نے دوبارہ بت پرستی شروع کردی (ضیاء القرآن بتصرف) بہر حال جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ مکہ معظمہ کی فضا جلوہ توحید سے جگمگا رہی تھی۔ اس سے ایک اور سبق بھی ملتا ہے اور مکہ معظمہ کے باسیوں کو اس کا مشاہدہ کرایا جانا ضروری تھا۔ وہ یہ کہ کعبے کے دشمن پر خدا کے قہر وغضب کی برق باطل سوز اس طرح گرتی ہے تو جو اس کے حبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف ہوں گے اُن کا حشر کیا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیر کے دن کو شرف بخشنا بھی حکمت خداوندی سے خالی نہیں۔ پیر کو عربی میں یوم الاثنین کہتے ہیں۔ یعنی دوسرا دن، گویا یہ آپ کے بعد از خدا بزرگ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَوْمَ الاثْنَیْنِ وَنُبِّیَٔ یَوْمَ الاثْنَیْنِ وَھَاجَرَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ یَوْمَ الاثْنَیْنِ وَتَزَوَّجَ بِخَدِیْجَۃَ یَوْمَ الاثْنَیْنِ وَکَانَ یَصُوْمُ یَوْمَ الْخَمِیْسِ وَالاثْنَیْنِ وَتُوُفِّیَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الاثْنَیْنِ

(مولد العروس)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت، بعثت، مدینہ منورہ کی ہجرت، حضرت خدیجہ کے ساتھ نکاح پیر کے دن ہوا۔ آپ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے، وصال بھی پیر کو ہوا۔

آپ اس وقت دنیا میں جلوہ افروز ہوئے جب صبح صادق طلوع ہو رہی تھی۔ گویا ظلم و ستم، وحشت و جہالت کی رات جا چکی اور نئے دور کا پیغمبر نیا نظام لے کر دنیا کو علم و عرفان کی نئی صبح صادق سے منور کرنے تشریف لا چکا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) چونکہ آپ رحمۃ للعلمین بن کر ساری دنیا کو فیضیاب کرنے آئے تھے اس لئے آپ کے ظہور کیلئے وہی شہر سب سے زیادہ مناسب تھا جو ساری دنیا کے وسط میں ہے۔ علمائے لغت کے نزدیک مکہ کا معنی ہے ناف چونکہ جسم کے تقریباً درمیان میں ہوتی ہے۔ یونہی مکہ معظمہ بھی دنیا کے تقریباً وسط میں ہے (کرہ ارض پہ آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ اور نصف ۶۰ ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمالی سے تفریق کریں تب ۲۰ رہ جاتے ہیں اور مکہ معظمہ 21-1/2 درجے پر آباد ہے۔ اس لئے کل کرہ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ کہ عرض بلد میں مکہ وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہوا ہے ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے ہے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہوا اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہ ہائے عرض بلد شمال پر واقع ہے اور

انہیں خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول اور مغرب میں حبشی و ہامائٹ، نسل عام اور ریڈ انڈینز، امریکہ کے اصلی باشندے) اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا حد نظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالباً اس لئے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ وجعلنا کم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء (رحمۃ للعالمین) آپ دیکھتے ہیں امام درمیان میں کھڑا ہوتا ہے تو امام اوّلین و آخرین کو بھی تو درمیان ہی میں قیام فرمانا چاہیے تھا۔

ولادت کیلئے ملک عرب کا انتخاب بھی اسی حکمت کے تحت ہوگا کہ یہ ملک دنیا کے تین براعظموں (ایشیا، افریقہ اور یورپ) کے سنگم میں واقع ہے۔ پھر یہ لوگ ساری دنیا میں سب سے زیادہ تہذیب نا آشنا تھے۔ یہی نہیں کہ ملک عرب، ہند، مصر یا یونان کی طرح معروف مرکز تہذیب نہیں تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں علم و حکمت کے سب سے زیادہ دشمن اسی علاقے کے لوگ تھے۔ ایسے علاقے میں علمی و تہذیبی انقلاب لاتا اور ایسا لاتا کہ پھر اسی علاقے کے لوگ ساری دنیا کے معلم و امام بن جائیں۔ رسالتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نہایت چمکتی ہوئی دلیل ہے

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کئے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

آزادی کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

آپ کی ولادت باسعادت سے چند لمحے بعد آپ کے کافر چچا ابولہب کو اُس کی کنیز ثُوَیْبَہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جو آپ کی ایک رضاعی ماں بننے کا شرف

بھی حاصل کئے ہوئے ہیں۔ یتیم عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی خوشخبری دیتی ہیں تو وہ انگلی کے اشارے سے اُنہیں آزاد کر دیتا ہے۔ اس آزادی کا ابولہب کو کیا ملا۔؟ بخاری شریف کی روایت کے مطابق اُسے قبر میں ہر پیر کے دن اسی انگلی کے ذریعے کچھ پلایا جاتا ہے۔ چنانچہ کثیر التعداد محدثین اور شارحین حدیث کے نزدیک حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو برادر زادہ سمجھ کر آپ کی ولادت کی خوشی سے بدترین اور مذموم ترین کافر کو یہ ثمر مل سکتا ہے تو مؤمن موحد جو آپ کو رسول اللہ مان کر میلاد منائے، اُس کے اجر کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ مگر اس میں ایک خاص نکتہ اور بھی تو ہے۔ وہ یہ کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غلاموں اور کنیزوں کی آزادی کے علمبردار بن کر آئے ہیں، اُس کا ظہور بھی بہترین طریقے سے ہو رہا ہے۔ یعنی فرش زمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازتے ہی سب سے پہلا کام جو بنی نوع انسان کے بارے میں کیا ہے وہ ایک ستم رسیدہ مملوک کو آزادی دلانے کا ہے۔ خصوصا وہ (یعنی عورت) جس کا پرسان حال خصوصا اُس معاشرے میں کوئی نہیں تھا، اور پھر عجب تر یہ کہ آزادی بھی دشمن کے گھر سے ہے۔ اللہ، اللہ! کیا یہ آپ کے رحمت تمام خیر مجسم اور متصرف و مختار ہونے کی علامت نہیں کہ بدترین ظالموں اور مخالفوں سے بھی آزادی دلوا لیتے ہیں۔ آج بھی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض دشمن اگر انسانی آزادی کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ تو سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ بھی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صدقہ ہے۔ (مگر تیرہ دل مخالفین اپنے اندھے پن کی وجہ سے اسے نہیں سمجھتے) اور پھر ایک اور بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تریسٹھ برس کا

عرصہ گزار کر جب دنیا سے تشریف لے جانے لگتے ہیں تو آخری وقت بھی (بطور وصیت دو باتوں کا ذکر فرماتے ہیں) اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ یعنی نماز اور غلاموں کا خیال رکھو۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سراپا رحمت و سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس مظلوم و مقہور طبقے کا کتنا خیال تھا۔ اس کا کچھ ادراک حاصل کرنے کیلئے اتنی سی بات ہی کافی ہے کہ دنیا میں تشریف لائے، تو غلاموں کی آزادی کا منشور عملاً شروع فرما دیا (گویا خدا کے ہاں سے یہ پروگرام لے کر تشریف لائے ہیں) اور دنیا سے تشریف لے جانے لگتے ہیں۔ تو ہزاروں لاکھوں کی آزادی کا اہتمام کرنے کے بعد جاتے ہوئے بھی ان کی آزادی کا ذکر کر کے جاتے ہیں (گویا جہاں جا رہے ہیں وہاں بھی انہیں یاد رکھیں گے) پھر آخر میں وصیت کے طور پر نماز کے ساتھ اسے ملانا گویا اس لئے ہے کہ یہ بھی نماز کی طرح اہم ہے اور عبادت ہے۔ یہ نکات تھے چند واقعاتِ میلاد سے متعلق۔ آیئے ایک دو باتیں واقعات رضاعت کے بارے میں کرتے جائیں۔

تاجدارِ ختمِ نبوت کی بیکس پروری:

بنو سعد کی دائیاں امراء کے بچے حاصل کرنے جب مکہ معظمہ میں آئیں تو سب سے آخر میں حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہنچیں۔ یہی سب سے مسکین

وغریب اور تنگی وترشی، حالات کی زد میں تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں کو دیکھ کر مسکرائے اور اُن کی یہ قبولیت کی طرف اشارہ تھا۔ (بعض تصریحات ملتی ہیں) کہ دوسری دائیوں کی طرف آپ نے توجہ ہی نہیں فرمائی جیسا کہ مولد العروس میں علامہ ابن جوزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر کیا ہے) آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آخری دائی کو قبول فرمانا حکمت سے خالی نہیں تھا۔ اور پھر اُس خاتون کو نوازنا جس کیلئے ساری دروازے بند ہو چکے تھے۔ رحمۃ للعالمین کی خصوصی ادائے رحمت ہے۔ (ختم نبوت کے اندر بھی تو یہ نکتہ ہے کہ بنی نوع انساں کیلئے باقی سارے دروازے بند ہو گئے ہیں) اب فیض کیلئے ایک ہی دربار ہے، ایک ہی دروازہ ہے، ایک ہی دہلیز ہے۔

درہا ہمہ بستند الا در تو
تا رہ نہ برد غریب الاَبر تو

(اے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام) تیرے دروازے کے سوا سب دروازے بند ہیں تاکہ مسافر کو تیرے حضور آنے کے سوا چارہ ہی کوئی نہ ہو)

عدل ومساوات کا معلم اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معاشرتی وتمدنی تعلیمات کا ایک اہم عنوان ہے ''عدل ومساوات''۔ اس کا آغاز بھی آپ صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا میں آتے ہی کر دیا۔ انسانوں کو انسانوں کا بندہ بنا کر انہیں حاکم ومحکوم کے طبقوں میں تقسیم کرنا (یعنی ایک طبقہ امرا کہ حکومت ہی کرے اور ایک طبقہ غربا کہ غلامی وخدمت ہی کرے) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقاصد بعثت سے متصادم تھا۔ اس لئے دنیا میں تشریف لاتے ہی شاہ ایران کے محل کے سب کنگرے متزلزل ہوئے اور اُن میں چودہ زمین پر بھی آرہے گویا یہ ظالمانہ ملوکیت کے خاتمے کی علامت تھی۔ حضرت ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی روایت کے مطابق سب بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے اور سب تاجوروں کے تاج زمیں پر گر گئے، اسی حقیقت کی مزید وضاحت تھی (حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسے بیان کرنا جبکہ آپ اپنے نور نظر کے نور سے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھ رہی تھیں گویا چشم دید واقعہ ہے اور نا قابل شک وارتیاب ہے)

اب رضاعت کے موقع پر آپ کا حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک پستان کو اختیار کر کے دوسرے کو منہ نہ لگانا اور اُسے اپنے رضاعی بھائی حضرت عبداللہ کیلئے چھوڑ دینا۔ آپ کے عدل وانصاف کی نہایت ہی چمکتی ہوئی دلیل ہے۔

بقول فاضل بریلوی قدس سرہ القوی

بھائیوں کیلئے ترکِ پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

پھر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دودھ میں برکت (کہ پہلے یہ بچہ بھی ساری رات روتا رہتا تھا) اور ساتھ ہی اونٹنی کے سوکھے تھنوں سے یکا یک دودھ

کی برسات۔ یقیناً حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب کوثر مالک خیر کثیر اور نائب خیر الرازقین ہونے کی دلیل ہے۔

اُس کی بخشش ، ان کا صدقہ
دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
رب ہے معطی، یہ ہیں قاسم
رزق اُس کا ہے ، کھلاتے یہ ہیں

ترقی و پیشوائی کا راز:

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جب مکہ مکرمہ کی طرف آئی تھیں۔ اونٹنی اور گدھی کے مریل ہونے کی وجہ سے ہی سب سے پیچھے بلکہ بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ اب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے تو دونوں جانور ایسے چالاک وطیار ہو گئے کہ سب سے آگے بہت آگے نکل گئے۔ دوسری دائیاں حیران تھیں کہ سواری اگر وہی ہے تو اب اتنی تیز کیوں ہے۔ اس میں یہ نکتہ بھی پوشیدہ ہے اب ترقی وعظمت کا انحصار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت (غلامی) پر ہے۔ جو قوم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو اپنے نفس پر اور فکر وعمل پر سوار کرلے گی، اقوام جہاں سے آگے نکل جائے گی اور یونہی جو فرد آپ کی تعلیمات وہدایت کو اپنے نفس پر سوار کرلے گا، دوسرے افراد کے مقابلے میں امتیازی حیثیت سے آگے نکل جائے گا۔ بات صرف محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی کی ہے۔ ہماری اجتماعی وانفرادی ترقی کا انحصار آپ کی

اتباع پر ہے۔ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الکل ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت امام الامم، جو ان کا ہو جائے گا۔ سب اس کے ہو جائیں گے۔ خدائی بھی اور خدا بھی۔ اقبال فرماتے ہیں خداوند کریم کا یہی اعلان ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

دنیا کی پیشوائی ورہنمائی کا عظیم منصب آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری امت کیلئے ہے۔ اس کا ظہور تب ہوگا، جب امت اپنے مقام سے آشنا ہوگی اور غلامی، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقاضے پورے کرے گی۔ میلاد کے منکرین اسے کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اُن کی منفی سوچ کا منشا ہی کچھ اور ہے۔ ہاں میلاد منانے والوں کو اس نکتے پر غور کرنا چاہیئے کہ اصل میلاد اور روح میلاد یہی ہے۔

اگر خدانخواستہ کوئی شخص جھنڈیاں لگا کر، جلوس نکال کر اور کچھ نعروں کا اہتمام کرکے یہ سمجھتا ہے کہ میلاد منانے کا حق ادا ہو گیا ہے۔ تو وہ شدید غلط فہمی کا شکار ہے۔ اس قسم کی رسمیں بھی ضروری ہیں کہ ان سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر اس کی روح تو یہ ہے دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی اور مکمل وابستگی اختیار کی جائے اور قوم میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ دنیا وآخرت کی کامیابی کا دارومدار نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت واطاعت پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جان ایمان اور (آپ کی) اطاعت اصل اسلام ہے۔ خیال فرمایئے اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے دنیا میں قدم رکھتے ہی گویا اپنے مستقبل کے پروگرام اور برپا ہونے والے انقلاب اور اس کی افادیت کا اعلان کر دیا اور اس کے باوجود میلاد منانے والوں کو عمر بھر آئین مصطفیٰ اور اس کی عظمت و برکت کا احساس نہ ہو کتنی تکلیف دہ بات ہے۔

ہاں ہاں! اے میلاد رحمۃ للعلمین منانے والے خوش نصیب مسلمانو! واقعات کی ایک ایک شق پر غور کرو اور جشن میلاد اس طرح مناؤ کہ تمہاری سیرت اسوہ حسنہ کی شعاعوں سے مستنیر ہو۔ تمہاری صورت جمال والضحیٰ کے انوار و تجلیات کا پرتو ہو۔ تمہاری زبان ہی نہیں دل بھی اور تمہارا ظاہر ہی نہیں باطن بھی جھوم جھوم کر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی پر قربان ہو رہا ہو۔ سراپا خیر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر خیر سن کر تمہارا وجود بزم وجود کیلئے پیغام خیر بن گیا ہو تمہاری فکر نور کے سانچے میں ڈھل جائے اور عقل نے عشق کی چادر اوڑھ لی ہو۔ آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لاتے ہی مشارق و مغارب چمک اٹھیں اور شمال وجنوب جگمگا اُٹھیں۔ تو کیسا غضب ہے کہ ہم اُنہیں کا میلاد منانے والے خود ظلمت فکر اور ظلمت عمل میں اسیر ہوں جس مطلع نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھرتی پہ قدم دھرتے ہی ساری دنیا کو بقعہ نور بنا دیا ہو۔ کیا قیامت ہے اس کے امتی عقل وعلم کا نور تلاش کرنے کیلئے دوسروں کے دروازوں پر دستک دیں (حالانکہ اپنے نُور کا میلاد منانے کے ناتے سے اب نور کی نشر و اشاعت ہمارے ذمے ہے) آج ضرورت ہے اس طرح میلاد منانے کی دنیا سے ظلم وستم کا قلع قمع کر دیں۔ آج ضرورت ہے اس طرح میلاد منانے کی کہ انسانوں کو انسانوں کا غلام بنانے والے سارے فلسفے

حرف غلط کی طرح مٹا دیے جائیں۔ آج ضرورت ہے اس طرح میلاد منانے کی کہ زمین عدل و مساوات سے بھر جائے۔ آج ضرورت ہے اس طرح میلاد منانے کی کہ کس نباشد در جہاں محتاج کس (یعنی دنیا میں کوئی کسی کا محتاج نہ رہے)

ہاں ہاں اے سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے غلامو! اُٹھو اور حرص وہوس کے آتشکدے بُجھا دو، اُٹھو اور رنگ و نسل و زبان کے بت اوندھے منہ گرا دو، اُٹھو اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مجبور و مقہور انسانوں کیلئے آزادی کا پیغام بن جاؤ، اُٹھو اور دنیا بھر کے باطل پرستوں، انصاف دشمنوں، ستم کیشوں اور دہشت گردوں کے خلاف، ”سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللهِ مَسْلُوْل“ کی کاٹ بن کر بیکسوں، کسمپرسوں، ستم رسیدوں کیلئے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لال کی نوید امن بن جاؤ، آج اسلام کے دشمن اُمت مسلمہ پر اپنا نیو ورلڈ آرڈر مسلط کرنا چاہتے ہیں تو اے میلاد منانے والو! میلاد کی انقلاب آفرینی سے سرشار ہو کر خود جاگو، ملت کو جگاؤ اور پھر پوری دنیا کو جگا دو کہ بزم ہستی کو میلاد دشمن شیطان کے فرزندوں، چیلے چانٹوں اور وارثوں کی مکروہ و مکارانہ سازشوں کی نحوست سے بچا لو۔ تم خیر الامم ہو۔ سرتا سر ورلڈ آرڈر لانا تمہارا کام ہے۔ شر پرستوں کا نہیں۔ لہذا میلاد اس طرح مناؤ کہ شیطان جس طرح صبح میلاد روتا تھا اور اپنی تباہی و بربادی پر ماتم کناں تھا۔ اب پھر روئے، چلائے اور تمہارے نیو ورلڈ آرڈر سے ماتم کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری سے مشرف ہو کر جانور سارے جانوروں سے آگے نکل سکتے ہیں تو ہم دنیا بھر کی قوموں سے آگے کیوں

نہیں نکل سکتے۔ ہم بھی اس محبوب یکتا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی نسبت سے سرشار ہو کر یکتا بن سکتے ہیں لہٰذا اے امت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

میلادِ رحمتِ عالم کی امتیازی شان:

آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے میلاد شریف کے سلسلے میں پڑھا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام کیا تا کہ آپ کا ظہور ہی نہ ہو اور وہ اُن خطرات سے بچ جائے۔ جو آپ کی نبوت سے اُس کی حکومت کو لاحق تھے۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق قتل ہونے والوں کی تعداد ۷۰،۰۰۰ (ستر ہزار) تھی۔ یوں سمجھئے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد پر اتنی عظیم قربانی دینی پڑی۔ یقیناً قوموں کی قربانی رنگ لاتی ہے۔ اگر اتنے بچے قتل کرا کے بھی کسی قوم کو موسیٰ علیہ السلام جیسی شخصیت مل جاتی ہے تو اس کیلئے نقصان کا سودا نہیں۔

کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

پھر قوم نے موسیٰ علیہ السلام کی برکات بھی دیکھ لیں۔ فرعون کی قوم پے درپے شکست، رسوائی اور مختلف قسم کے عذابوں سے دوچار ہوئی (جن سے اسرائیلی بالکل محفوظ رہے) پھر آخر کار کئی لاکھ قوم کے سپوتوں کے ساتھ فرعون پانی میں بھی

غرق ہو گیا۔ بنی اسرائیل کو آزادی ملی۔ من وسلویٰ ملا، اقتدار و اختیار سے نوازے گئے اور یہ سلسلہ صدیوں تک قائم رہا۔ یہ کس کی برکت تھی، جناب موسیٰ علیہ السلام کی۔ ہمارے رحیم وکریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد شریف میں ایک فرد بھی قتل نہیں ہوا۔ ہاں ایک تازہ امت کی نیو پڑی، ایک نئے نظام کا تعارف ہوا۔ رحمت وبرکت کی ہوائیں چلیں۔ بحر وبر میں خوشیوں کے شادیانے بجنے لگے، مسرت وبہجت نے ارض وسما کو اپنی آغوش میں لے لیا، مسرت وحرماں کا دور دورہ جاتا رہا یاس وقنوط کے بادل چھٹ گئے۔ علم وعرفاں کے اُجالے پھیل گئے۔ زندگی کے چہرے پر نکھار آ گیا، عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا لختِ جگر عبدیت کے سدرۃ المنتہیٰ پر فائز ہو کر خدائی کی اُن حدوں کو چھونے والا جنہیں قاب قوسین او ادنیٰ سے تعبیر کیا گیا، جلوہ گر ہوا تو بندگی کو معراج میسر آئی، سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لال اسلام (یعنی امن) کا پیغمبر بن کے آیا تو گلشنِ ہستی خوفِ غیر حق کی بادِ سموم سے محفوظ و مامون ہو گیا۔

ہوا اقصائے عالم میں پکار آئی ، پکار آئی
بہار آئی ، بہار آئی، بہار آئی ، بہار آئی

(سیدہ) حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے راج دلارے کی جلوہ آرائی ہوئی تو انسانیت کے مرجھائے ہوئے نخل، حلم، سے سرسبز وشاداب ہو گئے، رحم وکرم کے گلبن مہکنے لگے۔

غرض یہ تھا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد جو آپ کی شان رحمت

کے شایاں تھا۔ یہاں زحمت ومصیبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ رحمت خداوندی نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سال ولادت کو ایسا بابرکت بنادیا تھا۔ کہ اسے سَنَۃُ الفَتحِ وَالاَبتِہَا (کشائش اور تروتازگی کا سال) کا نام دیا گیا۔

خصائص کبریٰ کی ایک طویل روایت کے مطابق اس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکریم کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام عورتوں کیلئے نرینہ اولاد مقرر فرمائی اور یہ کہ کوئی درخت بغیر پھل نہ رہے۔ اور جہاں بدامنی ہو، وہاں امن ہو جائے، جب ولادتِ مبارکہ ہوئی تو تمام دنیا نور سے بھر گئی۔ فرشتوں نے ایک دوسرے کو مبارک باددی۔ (اس روایت کے مزید دو جملے ملاحظہ ہوں" اور ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کے ستون بنائے گئے جن سے آسمان روشن ہو گئے ان ستونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شب معراج دیکھا تو آپ کو بتا گیا کہ یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشخبری کیلئے بنائے گئے تھے اور جس رات آپ کی ولادت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر کے کنارے مشکِ عنبریں کے ستر ہزار درخت پیدا فرمائے اور ان کے پھلوں کو اہل جنت کی خوشبو قرار دیا گیا)۔ موسیٰ علیہ السلام کے میلاد جیسی صورتِ حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے میلاد شریف کے وقت تھی (متعدد عورتوں کے حمل گرائے گئے جیسا کہ اس کا اجمالی تذکرہ مضمون کے ابتدائی حصے میں ہو چکا)

اب آیئے حضرت مسیح علیہ السلام کے میلاد شریف کے خصوصی پہلو کی طرف یاد رہے آپ کا بن باپ پیدا ہونا بھی معجزہ ہے اور پنگھوڑے میں کلام فرمانا

بھی معجزہ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دوسرے معجزے کی ضرورت ہی پہلے معجزے کی تصدیق اور وضاحت کیلئے پڑی۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اگر اس وقت اپنی نبوت کا اعلان نہ فرماتے تو قوم حضرت مریم علیہ السلام کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو چکی تھی اور اُن کے خاندانی اور ذاتی تقویٰ وطہارت کے اعتراف کے باوجود یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ کسی کنواری ماں کے ہاں یوں بھی (محض قدرت خداوندی سے) بچے کی ولادت ممکن ہے۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے خطاب سے حاضرین کے شکوک وشبہات یقیناً دور ہو گئے مگر معاندین یعنی یہود نے اس سے کوئی سبق نہ لیا اور اُنہوں نے آج تک عیسائیوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ عیسائیوں نے جان چھڑانے کیلئے یوسف نجار سے منگنی کا قصہ بھی گھڑا مگر اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکل سکا۔ (یعنی کہانی یہ کہ حضرت مریم کی منگنی یوسف نجار سے ہو چکی تھی تاہم عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت میں اُسے کوئی دخل نہیں۔ آپ خدا کے بیٹے ہیں، اور کوئی آپ کا باپ نہیں، یہ ہے عیسائیوں کا مذہب مگر یہودیوں کی تسلی نہ ہوئی اور نہ وہ اپنی بکواس سے باز آئے۔ کتنے دُکھ کی بات ہے جس امت نے عیسیٰ علیہ السلام کی صفائی پیش کی، آج عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں سے مل کر اُسی کو مٹانا چاہتے ہیں۔ معاذ اللہ)

ظاہر ہے عیسیٰ علیہ السلام کا فیض بھی چند صدیوں کیلئے تھا اور وہ بھی صرف ایک قوم بنی اسرائیل کیلئے، شریعت بھی دائمی نہیں تھی۔ نیز قدرتِ حق کا ایک عظیم جلوہ دکھا کر عقل کے اندھوں کو خاموش کرنا بھی ضروری تھا لہٰذا اُن کی ولادت عام

انسانوں کے طرزِ ولادت سے مختلف طور پر مقدر کی گئی، کہ اُن کے بارے میں کچھ شکوک وشبہات پھیل جاتے ہیں تو اتنے زیادہ نقصان کی بات بھی نہیں۔ نیز یہ بھی واضح تھا کہ آخری نبی اور آخری کتاب کے ذریعے اُن تمام شکوک وشبہات کا تسلی بخش جواب دے کر حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے داغ سیرت کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا جائے گا۔

لہٰذا انہیں بن باپ پیدا ہونے کی عظمت عطا کر دی گئی۔ اس کے برعکس محبت خداوندی کا تقاضا یہ تھا کہ جس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے سارے عالم امکان کو معرض وجود میں لایا گیا ہے۔ اُس کی سیرت اتنی بلند اور ایسی واضح ہونی چاہیئے کہ بڑے سے بڑا دشمن کسی ایک بات پر بھی اُنگلی نہ اُٹھا سکے اور کسی کو بھی اس کے بارے میں کسی قسم کا شبہ پیدا نہ ہو۔ ایک تو اس لئے کہ یہ محبوب ختم نبوت کا تاجدار ہے۔ اور اس کی شریعت کو دوسری شریعتوں کی طرح منسوخ نہیں ہونا ہے لہٰذا آخر تک انسان اس کی سیرت وکردار اور خاندانی پس منظر کے بارے میں کسی بھی جھوٹے پروپیگنڈے کا یا شک وشبہ کا شکار نہ ہوں۔ نیز یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ اس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی معصومیت کی گواہی دینا تھی (ورنہ توراۃ وانجیل کے موجودہ محرف نسخوں میں انبیاء علیہم السلام کے بارے جو ہرزہ سرائی کی گئی۔ اُس کا جواب کیونکر ممکن تھا۔ چونکہ صفائی کے گواہ کا کردار نہایت پاک صاف ہونا چاہیئے۔ اور اُسے ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہونا چاہیئے لہٰذا معجزہ ہوتے ہوئے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بن باپ کے پیدا ہونا آپ کی

بے مثال شان وعظمت کے شایانِ شان نہیں تھا۔ گویا یوں سمجھئے تمام گروہ انبیاء میں جو خصوصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئی اور وہ اُن کے حق میں کمال بن گئی۔ حضور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اتنی بلند ہے کہ وہ کمال ان کے لائق ہی نہیں تھا۔ اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت برناباس حواری علیہ الرضوان کی روایت کے مطابق حضور تاجدارِ ختم نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں یوں خراج عقیدت پیش کیا تھا۔

And when I saw him my Soul was filled with consolation saying "O MOHAMMAD GOD"be with thee and may be make meworthy to untile thy shoe latch, for obtaining this I shall be a great prophet and holy one of God.

''اور جب میں نے اُسے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) دیکھا تو میری روح تسکین سے بھر گئی۔ یہ کہہ کر یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا آپ کے ساتھ ہو اور وہ مجھے اس لائق بنائے کہ آپ کی جوتی کا تسمہ کھول سکوں کیونکہ یہ سعادت حاصل کر کے میں ایک بڑا نبی اور خدا کا مقدس بندہ بن جاؤں گا۔

(انجیل برناباس باب ۴۴)''

مختصر یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پنگھوڑے میں خطاب کرنے کی ضرورت اس

لئے پیش آئی کہ اس کا ایک پس منظر تھا یعنی حضرت مریم علیہا السلام کی صفائی۔ اس کے علاوہ آپ نگاہ نبوت سے یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ ایک قوم اُنہیں خدا اور خدا کا بیٹا قرار دے گی اس کی تردید بھی ضروری تھی لہٰذا آپ نے اپنی عبدیت و نبوت کا اعلان بھی فرمایا۔ یہاں دوسرے مسئلے کا جہاں تک تعلق ہے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلغلہء توحید کی یہ برکت ہے کہ چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود کسی نے آپ (یعنی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں کہا۔ اُمت کے ہزار گونہ اختلاف کے باوجود کلمہء توحید پر سب کا اتفاق ہے۔ خود اس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا
بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا

(بخاری۔ کتاب الجنائز)

ترجمہ: اور بیشک اللہ کی قسم مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔ ہاں یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں مگن ہو جاؤ گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد شریف کو سامنے رکھیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد شریف کی ایک روایت اور عظمت سامنے آتی ہے اور وہ ہے آتشکدہ ایران کا جو ہزار سال سے متواتر جل رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور نور کے وقت اس کا دفعتاً بجھ جانا۔ ظاہر ہے ہزار سال کے اس طویل عرصے میں کتنے پیغمبر مبعوث ہوئے، کم از کم تین حضرات یعنی حضرت زکریا، اُن کے

صاحبزادے، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ تو بالکل ظاہر ہیں۔ گویا ایسے جلیل القدر پیغمبروں کے ظہور سے تو آتشکدے نے کوئی اثر نہیں لیا اور وہ حسب دستور مجوسیوں کی عبادت کا مرجع بن کر ایک کثیر التعداد مخلوق کی گمراہی کا سبب بنا مگر جونہی ادھر ہمارے پیغمبر حضور سردار کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ افروزی ہوئی۔ آپ کے ابرِ رحمت نے اُسے ایک دم کیلئے بھی گوارا نہیں فرمایا۔ ساوہ اور سماوہ کے بارے میں بھی صورتحال اس سے مختلف نہیں۔

یہاں بھی صدیوں سے مشرکانہ پوجا پاٹ جاری تھی جسے توحید کے سب سے بڑے علمبردار موحدین کے سب سے بڑے سالار، واحد وقہار کے سب سے بڑے شہکار، اللہ جل شانہ کے سب سے بڑے نائب ومختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم میمنت آثار کی فوری برکت ہونے کے طور پر اُن کی اصل حیثیت کو مکمل طور پر بدل دیا گیا یعنی سماوہ خشک تھا (اور خشک ہونے کے طور پر ہی اسے معبود بنا لیا گیا تھا) کو جاری کر دیا گیا۔ ساوہ جاری تھا (اور جاری ہونے کی وجہ سے ہی اسے لائق عبادت سمجھا گیا تھا) خشک وموقوف کر دیا گیا۔ گویا خشکی کے دیوتا کی خشکی سلب کر لی گئی اور تری کے دیوتا کی، تری تلف کر دی گئی۔ امام بوصیری قدس سرہ نے خوب فرمایا ہے۔

(۱) وَسَاءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا
وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِي

(۲) كَأَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ

خُذْنًا وَبِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمِ

ترجمہ: (۱) ساوہ کے رہنے والوں کو اس امر نے اندوہناک کیا کہ ان کے بحیرہ کا پانی جذب ہو گیا اور اس کے گھاٹ پر آنے والا تشنہ اور خشمگیں واپس کیا گیا۔

(۲) گویا غم کی وجہ سے آگ میں پانی کی خاصیت یعنی طراوت اور پانی میں آگ کی خاصیت یعنی سوزش پیدا ہو گئی۔ (ابوالبرکات محمد عبدالمالک خان صاحب علیہ الرحمہ ان کی شرح میں فرماتے ہیں "غم کے دو خاصہ ہیں یا تو آدمی رونے لگتا ہے یا سینہ جلتا ہے۔ آتشکدے دردوغم سے رونے لگے اور ہر اک کا دل شعلہ غم سے بھڑک اٹھا ہے دنیا میں ایسا انقلاب آیا کہ خاصیتیں بدل گئیں حسن الجردہ فی شرح قصیدۃ البردہ۔

آتشکدہ ایران کے بجھ جانے سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ یوں جاہ وجلال اور دبدبہ وطمطراق سے تشریف لانے والا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگلے جہان میں آتشکدہ جہنم کو بھی بہت حد تک سرد کر دے گا یعنی اولادِ آدم کی ایک وسیع تعداد اس کے صدقے سے نارِ دوزخ سے محفوظ ہو جائے گی۔ اور اس کی برکت سے ایسے ایسے اہل ایمان تیار ہوں گے۔

جن میں سے کوئی ایک بھی جب پُل صراط کو عبور کر رہا ہو گا تو حدیث پاک کی رُو سے تَقُوْلُ النَّارُ لِلْمُؤْمِنِ جُزْيَا مُؤْمِنُ فَقَدْ اَطْفَاَ نُوْرُكَ لَهَبِیْ۔ (جامع صغیر، امام سیوطی جلد ا صفحہ ۱۳۲) ترجمہ۔ "آگ مؤمن سے کہے گی

اے مؤمن گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ کو بجھا دیا۔

میلاد شریف کی یہ روایات:

ظاہر ہے اُن تمام واقعات وعجائبات کو بیان نہیں کر سکتیں جو تمام جہانوں کے سردار اور تمام رسولوں کے امام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد شریف کے موقع پر رُونما ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح آپ کے بعثت کے بعد کے معجزات تمام انبیاء کرام کے معجزات بعد از بعثت کے جامع ہیں یونہی آپ کے معجزات قبل از بعثت کے تمام انبیاء کے معجزات قبل از بعث کے اور عجائبات میلاد سب انبیاء کے عجائبات میلاد کے جامع ہونے چاہئیں مگر جس طرح حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بعد از بعثت بھی اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ تحریر میں نہیں آ سکتے یونہی آپ کے ارہاصات اور عجائبات میلاد بھی تحریر وتقریر کی تمام وسعتوں میں نہیں سما سکتے تاہم جو کچھ بیان ہو رہے ہیں۔ معجزات یا عجائبات کے سلسلے میں بہت کم ہوتے ہوئے بھی باقی تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے معجزات یا عجائبات کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا، جس خالق ورحمٰن نے اپنی رحمت خاصہ کے ساتھ اپنی باقی کتابوں اور صحیفوں کے برعکس اس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن کو محفوظ رکھا۔ باقی انبیاء ورسل علیہم السلام کی سیرت طیبہ کے صرف ایک ایک یا دو پہلو (بلکہ بعض کے نام تک نہیں) اور اس محبوب کی سیرت کے تمام گوشے محفوظ رکھے، اسی نے اپنی خاص حکمت ورحمت سے اپنے اُسی سب سے بڑے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے واقعات میلاد کے محفوظ رہنے کا اہتمام بھی فرمایا اور یہ اُعجوبہءِ قدرت بعد کے معجزات و کمالات اور سیرت کے روشن و دلآویز گوشوں کی حفاظت سے بھی زیادہ حیران کن ہے۔ اہل عشق و ایمان کیلئے تو قدرت کا یہ عظیم کرشمہ اور عطیہ ہے اور جو اس صاحب میلاد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود ایک دفعہ فرمایا تھا۔

اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: (اپنے رب کی) وہ رحمت ہوں جسے (مخلوق کو ہدیے کے طور پر دیا گیا ہے (آپ کے ہدیہ ہونے کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اسے محفوظ رکھا جائے۔ کہ (ہدیہ کو ضائع نہیں کیا جاتا ہے۔) اُسی کا ظہور اور حصہ ہے۔

پھر بھی وہ لوگ جو عشق کے بجائے، عقل خودسر، کے بندے اور ایمان کے بجائے، شکوک و شبہات میں بندھے ہوتے ہیں ان چند واقعات کو جو اصل کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ برداشت نہیں کر سکتے اور انکار کرنے کیلئے کوئی بظاہر علمی اور معقول وجہ ڈھونڈنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ میلاد شریف ہی کے واقعات سے نہیں اُنہیں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سارے کمالات سے ضد و عناد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اہل ایمان حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالات و معجزات پر غور اس اعتبار سے کرتے ہیں کہ آپ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سردار ہیں، یونہی اس کے بالکل برعکس اُن کے نزدیک آپ بشر سے زیادہ کچھ نہیں سوا اس کے کہ ان پر صرف وحی کا نزول ہوتا ہے۔ حالانکہ، وحی کے فرق ہی میں وہ سارے امتیازات جو نبی اور عام بشر میں ہوتے ہیں آجاتے ہیں۔

گویا، وحی، کا فرق تسلیم کرتے ہیں مگر اس فرق کو بالکل معمولی بلکہ نہ ہونے کے برابر سمجھتے ہیں۔ پھر چونکہ خود انہیں علم غیب نہیں ہوتا لہٰذا ان کے نزدیک نبی کو بھی علم غیب نہیں ہوسکتا۔ یہ حاضر و ناظر نہیں ہوسکتے ان کے خیال میں معاذ اللہ نبی بھی حاضر و ناظر نہیں ہوسکتا، یہ بے بس ہیں لہٰذا ان کے وہم میں نبی کو بھی قدرت سے معاذ اللہ خالی ہونا چاہیئے، غرض ان کے انکار کا اصل سبب مقام نبوت کے بارے میں ان کی منافقانہ اور معاندانہ و باغیانہ روش ہے۔ آپ ان کی تقریریں سنیں، ان کی تحریر پڑھیں، ان کے خیالات کو ٹٹولیں تو یوں لگے گا جیسے خدا کے بعد ان کے زعم میں انہیں کا مقام ہے۔ جو کمال ان میں نہیں، وہ خدا کے سوا کسی اور میں ہو تو گویا ان کے خیال میں شرک ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان کا سارا زور اُن کے فضائل و کمالات کے انکار میں صرف ہوتا ہے جن کا یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اُن کا رویہ اتنا عجیب و غریب اور افسوسناک ہے کہ شاید کسی اُمت کا نہیں۔ یہودی، عیسائی اور دیگر قومیں اپنے اپنے نبیوں اور مذہبی پیشواؤں کو کیا نہیں کہتیں، ایک یہ ہیں کہ اُن کی زبان جب کھلتی ہے۔ اپنے نبی کے کمالات پر تنقید کرنے کیلئے ہی کھلتی ہے نہ یہ کلمہ چھوڑتے ہیں اور نہ تنقید۔ اُنہیں آج تک اس بات کی سمجھ نہیں آسکی کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کے سارے کمالات قدرت کا آئینہ ہوتے ہیں اور ان کی صفات، صفات خداوندی کا پرتو ہوتی ہیں۔ نبی کی قوت و طاقت کے حیرت انگیز مظاہر اس کی اپنی ہی صداقت کی دلیل نہیں ہوتے بلکہ اُن سے اُن کے بھیجنے والے اللہ کی قدرت بھی ظاہر ہوتی ہے اور نبی کے ان معجزات کو ماننے والا صرف نبی کا غلام نہیں ہوتا، کفر و شرک

سے نکل کر اللہ کی الوہیت اور توحید کا قائل بھی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا نبی علیہ السلام کے کمالات کا انکار دراصل دلائل توحید کا انکار ہے۔ اور یہ صورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر معجزے کے بارے میں ہے، بعثت سے بعد کا ہو یا پہلے کا۔ بلکہ پہلے کا اور خصوصاً ولادت و رضاعت کے دور کا معجزہ تو خدا کی اور نبی کی حقانیت کی پہچان کیلئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے (چنانچہ ولادت و رضاعت کے کئی ارہاصات ہیں جو بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کا سبب بنے۔ مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ حضرت شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا شب ولادت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھیں وہ فرماتی ہیں مجھے یہ واقعات کبھی نہیں بھولے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی اور میں (انہیں کے سبب) پہلے پہل ایمان لانے والوں میں شامل ہوگئی اسی طرح جعرانہ میں اسیران جنگ کی تقسیم کے بعد بنو ہوازن کے وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ کے رضاعی چچا حضرت ابوثروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں التجا کی۔ "یا رسول اللہ ان چھپروں میں آپ کی پھوپھیاں، خالائیں اور بہنیں ہیں جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ انہوں نے آپ کو اپنی گودوں میں پالا اور اپنے پستان سے دودھ پلایا۔ میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا۔ کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ میں نے آپ کو دودھ چھڑایا ہوا دیکھا کوئی دودھ چھڑایا بچہ میں نے آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو نوجوان دیکھا ،کوئی نوجوان آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ آپ میں خصال خیر کامل طور پر موجود ہیں اور باوجود اس کے ہم آپ کے اہل وکنبہ ہیں آپ ہم پر احسان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ

پر احسان کرے گا۔" (سیرت رسول عربی)

اسی لئے اسے ارہاص یعنی بنیاد کہا جاتا ہے (جیسا کہ تفصیل سے اوپر گزرا) لہٰذا وہ لوگ جو توحید کے علمبردار بنتے ہیں اُنہیں دلائل توحید کے طور پر انبیاء علیہم السلام کے کمالات و معجزات کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرتے رہنا چاہیئے نہ یہ کہ ان کے انکار پر کمربستہ ہو جائیں۔ آخر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ان دیکھے خدا کو منوانے کا یہی واحد راستہ ہے چنانچہ خدا عالم الغیب ہے تو اس کی دلیل نبی کا علم غیب ہے۔ خدا مردے زندہ کر سکتا ہے۔ تو اس کی دلیل اُس کے بندوں کا مُردے زندہ کرنا ہے اور خدا کسی کو باکمال بنا سکتا ہے تو اس کی دلیل وہ کمالات ہیں جو اُس نے اپنے محبوب کو عطا فرمائے ہیں۔ جس اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج اور ستاروں کو روشنی دی۔ وہ اپنے کسی محبوب بشر کو سراپا نور بنا دے تو یہ بھی اس کی قدرت کا ظہور ہے۔ جس اللہ نے اپنے فرشتوں کو گوناگوں طاقتیں بخشی ہیں وہ اگر وہی طاقتیں اپنے اُن بندوں کو عطا فرمائے جنہیں مقام خلافت سے خود اس نے سرفراز فرمایا ہے تو کیا استحالہ مگر ان باتوں پر غور کرنے کیلئے دانش ایمانی، کی ضرورت ہے۔ دانش یونانی کی نہیں۔

باعث تحریر آنکہ:

اب یہاں یہ وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ زیر نظر مضمون لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ بات دراصل یہ ہے کہ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ کا آغاز ہوا تو میں نے سابقہ رسائل و اخبارات جو میلاد شریف کے متعلق تھے۔ ایک نظر دیکھنے کا ارادہ کیا۔

اسی دوران گذشتہ سال (جولائی ۱۹۹۷ء) کا قومی ڈائجسٹ بھی سامنے آیا۔ اندر سے دیکھا تو میلاد شریف کے بارے میں بعض اچھے مضامین بھی شامل اشاعت تھے۔ البتہ آخر میں ابوالکلام آزاد کی تحریر تھی جو اُن کے رسالے ''الہلال'' میں کبھی شائع ہوئی تھی۔ اب اسے قومی ڈائجسٹ میں شائع کرنے کیلئے ملتان کے کسی صاحب نے گویا ایک ''نادر تحفے'' کے طور پر مجیب الرحمٰن شامی صاحب (مدیر اعلیٰ قومی ڈائجسٹ) کو بھیجی تھی۔ شامی صاحب متضاد فکر کے مضامین شائع کرنے میں بہت ماہر ہیں۔ مثلاً قومی ڈائجسٹ کے پیران پیر نمبر میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بڑے گرانقدر مضامین ہیں مگر ایک دو ایسی تحریریں بھی ہیں جو بالکل منفی فکر کی حامل ہیں۔ نجانے شامی صاحب کیا چاہتے ہیں حق و باطل میں توازن قائم کرنا کہ دونوں فریق خوش ہو جائیں یا دونوں کی پہچان کرانا چاہتے ہیں یہاں بھی یہی صورت حال ہے باقی تحریریں نہایت ایمان افروز مگر آخر میں ابوالکلام آزاد کی دلآزار تحریر۔ میں نہایت ادب سے جناب شامی کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

اگر پہلی مثبت تحریریں خدا اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے منتخب فرمائی ہیں تو یہ منفی اور زہریلی تحریر کس کو راضی کرنے کیلئے ہے۔ شامی جیسے اسلام دوست اور محب پاکستان سے یہ بھی عرض ہے کہ ابوالکلام

آزاد کا نام ہماری دینی وملی تاریخ میں معتبر حوالہ نہیں۔ جو شخص گاندھی اور نہرو کے قدموں پر اپنی متاع ایمان وتحقیق قربان کر چکا اور جس نے قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ کے ساتھ تعاون کرنے کی بجائے اسلام کے بدترین دشمنوں کی غلامی اختیار کی، اُس کا نام ایک قابل احترام اسلامی مفکر کے طور پر پیش کرنا نہایت شرمناک اور تکلیف دہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے ملت کے غداروں میں سرفہرست رکھنا چاہئے تھا نہ یہ کہ پاکستان کے ساتھ محبت کرنے والے لوگ بھی اس کی کسی بات میں وزن محسوس کریں۔ ہاں ہاں یہ وہی تو ہے جسے حضرت قائداعظم نے

The showboy president of congress

یعنی کانگرس کا شو بوائے پریذیڈنٹ کہہ کر ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ یقیناً یہ دشمنانِ پاکستان کا ہیرو ہے مگر شامی صاحب تو دشمنوں میں شامل نہیں۔ پھر اُسے اسلامی مفکر و محقق کہنا اس لئے بھی غلط ہے کہ وہ اسلام کی بجائے ''وحدتِ ادیان'' کا قائل تھا اور اس کے نزدیک نجات کیلئے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری نہیں تھا۔ چنانچہ اس موضوع پر اُس کا جامعہ ملیہ دہلی میں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید جناب سید نذیر نیازی مرحوم کے ساتھ مباحثہ ہوا اور لاجواب ہونے کے باوجود اس نے اُن کی بات کو قبول نہ کیا (یعنی نجات کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کی ضرورت کا اقرار نہ کیا) قرآن وحدیث کی رُو سے یہ کفر صریح ہے۔ تو کفر صریح کے کسی مرتکب کو کسی اسلامی وایمانی نکتے کی وضاحت کا مستحق سمجھنا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچے دل

سے ماننے والوں کے شایانِ شان نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو معرض وجود میں آئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ بیت گیا مگر ابھی تک ہمیں دوٹوک انداز میں اتنی بات کہنے کی جرات بھی نہیں ہو پائی کہ تحریک پاکستان کے دوران اپنا کون تھا اور بیگانہ کون تھا، وفادار کون تھا اور بے وفا کون تھا، اور ہماری یہی بزدلی معاذ اللہ پاکستان کو عظیم خطرات سے دوچار کئے ہوئے ہے۔

میرے دل میں پاکستان یا قائداعظم علیہ الرحمۃ کے کسی دشمن کا ذرہ بھی احترام نہیں اور خصوصاً ایسا بدبخت جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا اخروی نجات کیلئے ضروری نہ سمجھے۔ اسے شیطان سے بھی زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں۔ لہٰذا ایسے شخص کی تحریر میرے نزدیک پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی، مگر چونکہ قوم عموماً اس شعور سے بے بہرہ ہے (جیسا کہ شامی جیسا معقول، انسان بھی) لہٰذا اس کا مختصر تجزیہ کرتا ہوں۔ یوں سمجھئے اوپر ساری تمہید تھی اور اب اصل مضمون شروع ہوا ہے۔

تحریر کا تجزیہ:

تحریر دراصل ایک خط اور اس کے جواب پر مشتمل ہے۔ خط لکھنے والا کوئی احمد حسین خان نامی تھا جس میں اُس نے بیان کیا ہے کہ میلاد شریف کی بعض روایت کے بارے میں ایک عالم دین سے لکھ کر پوچھا گیا کہ ان کی توجیہ فرمایئے، عقل تسلیم نہیں کرتی تو وہ برہم ہوئے اور کہا کہ تو نیچری ہے۔ اس لئے تیری عقل میں نہیں

آتیں ورنہ اُنہیں بڑے مؤرخین ومحدثین نے بیان فرمایا ہے اور اکابر اسلام نے ان کی تصدیق فرمائی ہے۔ بہرحال جو واقعات سمجھ میں نہیں آتے درج ذیل ہیں۔

ا۔ حضرت کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ایک مرغ سفید نمودار ہوا اور حضرت آمنہ کے پاس آیا، نیز اسی شب کو تمام جانوروں اور پرندوں نے گفتگو کی۔

۲۔ حضرت مریم اور حضرت آسیہ کا ولادت سے پہلے آنا اور بشارت دینا۔

۳۔ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوا تو دو سو عورتیں رشک سے مر گئیں۔

۴۔ حضرت کی ولادت کے دن آتشکدہ ایران بجھ گیا، قصر نوشیرواں کے کنگرے گر گئے اور خانہ کعبہ کے بت اوندھے ہو گئے۔

۵۔ ولادت کے بعد حضرت کچھ دیر کیلئے غائب ہو گئے پھر کسی نے بہشتی کپڑوں میں لاکر رکھ دیا۔

۶۔ روشنیوں کا نمودار ہونا اور عجیب عجیب آوازوں کا سنائی دینا۔

جناب آزاد نے جواب دیتے ہوئے سائل کی حوصلہ افزائی بھی کی اور میلاد کی مجلسوں کی عظمت وافادیت کا اقرار کرنے کے باوجود طرز انعقاد سے اختلاف کیا۔ پھر سائل کو سمجھایا کہ انکار کی بنیاد عقل پر نہیں رکھنی چاہیے بلکہ انکار کا ایک اور راستہ بھی ہے یعنی روایات پر فنی بحث کی جائے اور ثابت کیا جائے کہ ان میں سے ہر ایک روایت ضعیف ہے چنانچہ عملی طور آزاد نے خود یہی کام کیا ہے۔ حوصلہ افزائی کا انداز ملاحظہ ہو آزاد فرماتے ہیں، آپ کا جوش دینی، محبت ایمانی، فکر

اصلاح مجالس ذکر مولود، مستحق تحسین ولائق تشکر ہے فجزاکم اللہ تعالیٰ۔

میلاد کی مجلسوں کی افادیت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے بہر حال مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھیں جن کی صورت تو قائم ہے مگر حقیقت مفقود ہے۔ محض ایک رسمی تقریب ہے جو شغل اور رسمی صحبتوں کے ضروری سمجھ لی گئی ہے۔ اور امرا اور روسانے تو اپنی نمائش اور ریائے دولت کا ایسے بھی ایک ذریعہ بنالیا ہے۔

عقل کے بہانے انکار کرنے کی بحث کے " آخر میں انکار کی جداگانہ بنیادیں کی سرخی دے کر آزاد اپنا مؤقف یوں پیش کرتے ہیں۔ معلوم نہیں آپ نے میری گذارش کو سمجھا بھی یا نہیں۔ میں کہتا ہوں بہت سی باتیں ہیں جن سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے آپ کے مصلحین حال اور ہم متفق ہوں لیکن پھر بھی ہم میں اور ان میں بعد المشرقین ہے۔ وہ محض اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ ان کی عقل میں نہیں آتی اور ہم اس لئے انکار کرتے ہیں کہ اصول سے ان کا قابل تسلیم ہونا ثابت نہیں۔

فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون۔

آپ کہیں گے کہ نتیجہ دونوں کا ایک ہے میں کہتا ہوں کہ منزل تک پہنچنے پر ہی سفر کی کامیابی موقوف نہیں بلکہ بہت کچھ راہ سفر کے تعین وانتخاب پر بھی ہے۔ آخر میں فنی نقطہ نظر سے بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ اس میں خصوصیت سے حافظ ابو نعیم کی سہل انگاری پر داد تحقیق دے کر پوری کتاب کو گویا غیر معتبر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے پھر مذکورہ روایات پر اجمالی قسم کی جرح کی ہے۔

آزاد کی آزاد بیانی پر ہمارا تبصرہ:

ایک شخص عقل کا سہارا لے کر چند معجزات (یا ارہاصات) کا انکار کرنا چاہتا ہے تو آزاد صاحب اس انکار کو جوش دینی اور محبت ایمانی جیسے سرٹیفکیٹ عنایت فرما رہے ہیں، کیا کہنے اس جرأت انکار کے ایمان کی دلیل قرار دیا جاتا ہے۔ پھر جو شخص خود جوشِ دینی اور محبت ایمانی سے محروم ہو۔ اُس کے سرٹیفکیٹ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے پھر اگر جوشِ دینی اور محبتِ ایمانی کی یہی علامت ہے کہ جس شرعی حقیقت کو عقل نہ سمجھ سکے۔ اس کا انکار کر دیا جائے تو نیچیر اور منکرین حدیث اس سندِ امتیاز کے زیادہ مستحق ہیں۔ جو عالم غیب سے تعلق رکھنے والے تمام عقائد کا انکار کرتے ہیں۔ اُن کی عقل جنت، حور، فرشتہ، دوزخ، عذاب وثواب کی معروف اعتقادی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی لہٰذا اس معیار پر سب سے زیادہ وہی اترتے ہیں۔ کفار حیات بعد الموت کے اسی لئے قائل نہیں تھے کہ وہ اُن کی عقل میں نہیں آتی تھی۔ اسی طرح قرآن پاک میں جو معجزے بیان ہوئے ہیں، وہ بھی ملحدوں کی عقل سے بالاتر ہیں۔ بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عام تعلیمات بھی عقل کے بندوں کیلئے عقل شکن ہوتی ہے۔ مثلاً جناب حضرت شعیب علیہ السلام کو اُن کی قوم نے یہی کہا تھا۔ قَالُوا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَاِنَّا لَنَرٰكَ فِينَا ضَعِيفًا ۔ (ہود۔۹۱)

ترجمہ: بولے اے شعیب! ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری باتیں اور بیشک ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔

چنانچہ نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ کے منکروں کے نزدیک یہ ساری عبادات

خلاف عقل ہیں۔ حج پر ہزاروں روپے خرچ کر دینا ان کی عقل کیلئے جائے ماتم ہے۔ قربانی کے خلاف بکنے والے بھی اسے خلاف عقل ہی قرار دیتے ہیں۔

اگر آپ غور کریں اور معجزات و کرامات کے بارے میں انکار منکرین کا تجزیہ کریں تو سمجھ لیں گے کہ دراصل یہ لوگ خدا کی قدرت کاملہ ہی کے منکر ہیں (مؤلف تفسیر المنار ایک بلند پایہ خیال محقق ہونے کے باوجود معجزات کی حقیقت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، معجزہ کی حقیقت کے متعلق سب سے زیادہ مشہور اور تحقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عادی نظام کے خلاف صرف اپنی قدرت سے ظاہر فرماتا ہے تاکہ یہ بات ثابت کر دے کہ نور میں طبعیہ خود اس کے محکوم ہیں۔ وہ ان کا محکوم نہیں، جس طرح چاہے وہ ان میں تصرف کر سکتا ہے۔ (ترجمان السنہ جلد۴)

جو شخص معجزات اور کمالات کو مانتا ہے اس لئے مانتا ہے کہ خداوند کریم قادر مطلق ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے لہٰذا نبی کا معجزہ یا ولی کی کرامت جب اللہ کی قدرت کاملہ کی مظہر ہے تو سب کچھ ممکن ہے۔ جو ان کا (یعنی معجزے یا کرامت کا) منکر ہے وہ خدا کی قدرت کا منکر ہے (اگرچہ اس بات کو وہ بڑے خوش کن اور خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہو) سرسید اور اُن کے ساتھیوں کو مثلاً عصائے موسوی کے حیرت خیز کرشموں کا انکار ہے تو کیوں؟ اس لئے کہ اُن کی عقل تسلیم نہیں کرتی کہ خدا لکڑی کے ڈنڈے کو یہ طاقت دے سکے۔ بندہ مؤمن خدا کے غیر متناہی کمالات قدرت پر ایمان رکھتا ہے لہٰذا اُسے کسی معجزے یا کرامت کے امکان میں شک کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

آخر میں جناب آزاد نے سائل کے حق میں ان معجزات کے انکار پر جزاء کی دعا کی ہے۔ ہماری بھی یہ دعا ہے کہ آزاد کی یہ دعا قبول ہو مگر افسوس آزاد کو علم نہیں۔ انکار معجزات کی جزا بہت سخت ہوگی کیونکہ ان کا انکار قدرتِ خداوندی کا انکار ہے۔

میلاد کی مجلسوں کی افادیت جناب آزاد کے نزدیک اس حد تک مسلم ہے کہ اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھیں مگر خرابی آئی کہ رسمی تقریب بن گئی ہیں اور امراء اور رؤسا نے انہیں اپنی ریا اور اپنی دولت کا ذریعہ بنالیا ہے۔ وجہ انکار یہ ہے آزاد صاحب کے نزدیک اس میں معجزاتِ ولادت بیان نہیں ہونی چاہیئے اور نہ زیادہ خرچ کرنا چاہیئے۔ سیدھی سادی بات چند عملی تعلیمات بیان کر دی جائیں تو شاید انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ایسا صاحب علم جس کے علم کے شہرے ایک خصوصی حلقے میں آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں یہ چاہتا ہے کہ مولود کی مجلسوں میں میلاد کے واقعات نہ ہوں تو فرمایئے پھر انہیں مولود کی مجلسیں کیوں کہا جاتا ہے باقی رہ گیا عبادات و معاملات وغیرہ کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا ذکر تو ہمارے نزدیک ضرور ہونا چاہیئے مگر یہ بعد میں پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارہاصات جو آپ کی صداقت وحقانیت کی ناقابل تردید دلیل ہیں۔ (جیسا کہ کافی تفصیل سے اس پر اوپر روشنی ڈال دی گئی ہے) بلکہ ان واقعات میں آپ کی انقلابی تعلیمات کے واضح اشارات موجود ہیں (جیسا کہ اوپر گزرا) یقیناً ایسے واقعات میں ایک خاص اثر ہے۔ جس نبی نے آتے ہی خدا کے واحد، معبود اور قادر مطلق ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اور دنیا میں قدم رکھتے ہی آزادی اور عدل و مساوات

کی بات کی ہے۔ اس کے حیرت انگیز واقعات کیوں نہ سنائے جائیں۔ کیونکہ نبی اور دنیا کے دوسرے مصلحین میں یہ ایک بنیادی فرق ہے کہ نبی آتے ہی اپنے اصلاحی پروگرام کا تعارف کرا دیتا ہے جبکہ دوسرے مصلحین سالہا سال کے غور وفکر کے بعد اس میدان میں آتے ہیں۔

اگر تعلیمات ہی بیان کرنا ضروری ہیں تو یہ میلاد شریف کے واقعات بھی گویا تعلیمات کی اولین تبلیغ ہیں اور سیرت مقصود ہے تو یہ سیرت کا عنوان اول ہیں۔ جو کمالات اللہ کریم اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ اُن میں خصوصی حکمتیں ہوتی ہیں (کسی کی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں) اور اُنہیں ضرور بیان کرنا چاہیئے کہ اس (بیان) میں دینے والے اللہ کا شکریہ ہے اور اعتراف قدرت اور لینے والے نبی کی عظمت ہے اور موجب اطاعت (کیونکہ کسی کی عظمت دل میں بیٹھ جائے تو اطاعت کی طرف دل خود بخود مائل ہو جاتا ہے)

جناب آزاد کو اس بات سے بھی بڑی تکلیف ہے کہ لوگ ان محفلوں میں بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں آزاد صاحب کو بدگمانی ہے کہ محض دولت کی نمود کیلئے ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں وہ یہ کچھ مال خرچ کرتے ہیں (محدثین کے امام اور علم حدیث کے عظیم نقاد علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں. فسبحان من خلق هذا النبی الکریم سلطان الانبیاء ورفع له فی الملکوت قدراً ذکراً و جعل لمن فرح بمولده حجاباً من النار وستراً و من الفق فی مولده درهماً کان المصطفی

صلی اللہ علیه و آله وسلم له شافعاً و مشفعاً و اخلف اللہ علیه بکل درهم عشراً فیابشری لکم أمة محمد لقد کنتم خیراً فی الدنیا والاخری فیاسعد من یعمل لا حمد مولداً (مولد العروس صفحہ ۹) ترجمہ: سو پاک ہے وہ ذات جس نے اس نبی کریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نبیوں کا بادشاہ بنا کر پیدا فرمایا اور ان کیلئے عالم ملکوت میں شرف وذکر کو بلند فرمایا اور جوان کے میلاد شریف سے خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے بچالیا اور جس نے آپ کے میلاد شریف میں ایک درہم خرچ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت قبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہر درہم کے بدلے دس درہم کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اے اُمت محمدیہ! تجھے بشارت کہ تو نے دنیا و آخرت میں خیر کثیر حاصل کرلیا تو اس کی خوش بختی کے کیا کہنے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد شریف مناتا ہے۔

دولت کی نمود کے ہزاروں کرشمے دیکھتے ہیں۔ محفل میلاد میں مال ودولت خرچ کرنا محض خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کیلئے ہے جو منکروں اور منافقوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ وہ لوگ اپنے بیٹے کی پیدائش پر، بھائی کی شادی پر، الیکشن کے دوران، کسی وزیر کی آمد پر، اپنے مذہبی کنونشن میں کیا کچھ نہیں کرتے، مگر ادھر کسی نے میلاد شریف پر دو بلب جلائے۔ ادھر ان کا دل جلا۔ پھر یہ دل جلے آخر تک اسی جلن میں مبتلا رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ آخری جلنے کی جگہ میں پہنچ جاتے ہیں۔

جہنم میں دھکیلیں نجدیوں کو

حسن جھوٹوں کو یوں پہنچائیں گھر تک

انہیں یہ کلمہ طیبہ یاد نہیں **لاسرف فی الخیر** یعنی نیکی میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا بھی اسراف کے زمرے میں نہیں آتا ہے۔

پھر انکار کی جداگانہ بنیادوں کے تحت آزاد صاحب ظاہر کرتے ہیں کہ سائل کے انکار کی بنیاد "عقل" ہے اور مجیب کے انکار کی بنیاد ہے روایات کی فنی تحقیق پر۔ گویا دونوں منکر ہیں ایک کا طرز انکار گھٹیا اور دوسرے کا اعلیٰ۔ آخر میں خود اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں "آپ کہیں گے کہ نتیجہ دونوں کا ایک ہے، میں کہتا ہوں کہ منزل تک پہنچتے ہی سفر کی کامیابی موقوف نہیں بلکہ بہت کچھ راہ کے تعین وانتخاب پر بھی ہے۔"

آزاد کی یہ سوچ بھی سطحی ہے۔ حقیقت یہ کہ منزل پر جب کوئی پہنچ جائے، جس راستے سے بھی پہلے پہنچے کامیاب ہے۔ منزل پہ پہنچ کر مسافر کو جو خوشی ہوتی ہے وہ راستے کی تکلیفوں اور راحتوں کی طرف متوجہ ہی نہیں ہونے دیتی۔ کس راستے پر منزل کی طرف جانا ہے یہ سوال تو عزم سفر کے وقت ہوتا ہے نا کہ منزل پر پہنچنے کے بعد۔ جب سائل اور مجیب دونوں کا مقصود "انکار" ہے ایک عقل کے راستے پر چلا دوسرا علم کی راہ پر، دونوں کا حال منزل پر پہنچنے کے بعد یکساں ہے کیونکہ دونوں مراد کو پہنچ گئے۔ یہ الگ بات ہے کہ جس منزل پر یہ دونوں پہنچے ہیں وہ منزل قابلِ تحسین نہیں۔ لائق نفرین ہے۔

عقل گو آستاں سے دور نہیں

اس کی قسمت میں پر حضور نہیں

علم میں بھی سرور ہے لیکن

یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں

کاش! خدا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا آپ کی منزل مقصود ہوتی اور پھر ایمان وعشق سے سرشار ہو کر اس کی طرف آپ گامزن ہوتے اور دیکھتے کہ ایک ایک قدم پر رحمت خداوندی کس طرح دستگیری فرماتی ہے مگر آپ دونوں نے انکار سے سفر شروع کیا انکار کے راستے پر چلتے رہے اور انکار ہی کی منزل پر پہنچ گئے۔ عشق وایمان کا راستہ جو تمہارے مقدر میں نہیں نُورٌ علیٰ نُور ہے۔ اور "عقل وعلم" پر مبنی انکار کا راستہ **ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ** کے مصداق ہے۔

بظاہر عقل (یعنی عقل خودسر) کا راستہ زیادہ خطرناک ہے، مگر غور کریں تو احادیث وروایات کے انکار کے تیشے سے جو راستہ تراشا جائے گا وہ بھی کم خطرناک نہیں ہے۔ یہی وہ علم ہے جسے حدیث پاک میں علم غیر نافع [1] کہا جاتا ہے اور جس سے پناہ مانگی گئی ہے نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ کُلُّ

مُنَافِقٍ عَلِیْمِ اللِّسَانِ (طبرانی کبیر)

۱: (اور خود قرآن پاک میں ہے **ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم** (البقرہ ۱۰۲) اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا" کنزالایمان")

ترجمہ۔ بیشک اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا مجھے سب سے زیادہ خوف ہے وہ ہر ایسا منافق ہے جو علم کی زبان میں بات کرنے والا ہو۔

جناب آزاد! انکار کی جس علمی بنیاد کو آپ نے بہت پسند کیا ہے اور اپنی تحریر کے آئینے میں بار بار جھومتے دکھائی دیتے ہیں، نگاہ نبوت میں اس کی کیا شان ہے۔ ملاحظہ فرمائی؟

روایات کا فنی تجزیہ:

جناب آزاد نے ان واقعات پر مشتمل روایات کا فنی تجزیہ کرتے ہوئے ان سب کو موضوع ضعیف ٹھہرایا اور جن کتابوں میں یہ روایات ہیں اُن کے خلاف بھی غم وغصہ کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے جلیل القدر محدثین اور ملت اسلامیہ کے عظیم الشان محسنین کے علمی کارناموں کا احساس تک نہیں کیا۔ چونکہ مقصود تحقیق نہیں تھی بلکہ عقل کے بجائے علم کے ذریعے انہیں غیر معتبر ثابت کرنا تھا۔ اس لئے جو جو ہتھیار بھی اُن سے استعمال ہو سکا کیا اور جس جس کو بھی اپنے راستے میں حائل دیکھا، ہٹانے کی کوشش کی عظمتِ شان کے اعتراف پر کہیں مجبور ہو جاتے ہیں تو پھر فطری انکار انہیں سرکشی پر مجبور کر دیتا ہے اور وہ پھر اوچھے ہتھیاروں پر آ جاتے ہیں۔ حافظ ابونعیم علیہ الرحمۃ سے وہ اسی بنا پر سخت ناراض ہیں (کہ انہوں نے فضائل وکمالات نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو اُجاگر کرنے کی مؤمنانہ کوشش کیوں کی ہے) چنانچہ فرماتے ہیں۔ ان (حافظ ابونعیم صاحب دلائل) کی جلالت

مرتبت سے انکار نہیں لیکن کیا کیجیے کہ یہ ان لوگوں میں ہیں جن کی نسبت مسلم ہے کہ فضائل ومعجزات میں رطب ویابس اور ضعیف وموضوع ہر طرح کی حدیثیں درج کر دیا کرتے تھے۔

تیور ملاحظہ فرمایئے فضائل ومعجزات میں انہوں نے جو کچھ جمع کیا ہے رطب ویابس اور ضعیف وموضوع کے سوا کچھ نہیں اور گویا یہ بات اُن کے بارے میں مسلم ہے۔ پھر ثبوت کیلئے اپنے پسندیدہ محدث (جنہیں اُنہوں نے اپنے اُستاد علامہ شبلی کے ساتھ ملی بھگت کر کے اُن کی وفات کے سینکڑوں سال بعد مجدد منوانے کی کوشش کی ہے) علامہ ابن تیمیہ [1] کی رائے نقل کرتے ہیں۔

''اور اس میں بہت سی حدیثیں ہیں جو قوی وحسن ہیں اور بہت سی ضعیف وموضوع ہیں۔ یہی حال ان احادیث کا ہے جو ابونعیم نے خلفا کے فضائل میں بصورت ایک مستقل کتاب کے روایت کی ہیں''۔ حلیۃ الاولیاء (اس کتاب کے بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی رائے عالی ملاحظہ فرمایئے۔ ازنوادر کتب انوار کتاب حلیۃ الاولیاء است کہ نظیر آن در اسلام تصنیف نشدہ۔ یعنی محدث ابونعیم کی نادر کتابوں میں سے حلیۃ الاولیاء ہے جس کی مثل اسلام میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔) کی ابتداء میں

سوال یہ ہے کہ کتاب میں ضعیف وموضوع روایت کے علاوہ قوی وحسن

---

[1] (خیال رہے جناب آزاد کو سیاسی رہنماؤں میں پسند آیا تو گاندھی، محدثین وناقدین حدیث میں اچھا لگا تو ''ابن تیمیہ'')

روایات بھی موجود ہیں تو پھر پوری کتاب کے بارے میں جناب کی آزاد بیانی کتنی دلخراش ہے۔ اور جسے وہ ''مسلم'' کہہ رہے تھے۔ اُن کے محبوب نقاد ہی نے اُس کے خلاف رائے دی ہے گویا جس رائے کو وہ بطور شہادت پیش کرنا چاہتے تھے وہی اُن کے خلاف نکلی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں حضرت ابونعیم بعض مقامات پر تساہل سے کام لیتے ہیں مگر اس تساہل کو بہانہ بنا کر ہر اس روایت کو جو انہوں نے اپنی کتاب میں فضائل و معجزات کے طور پر درج کر دی ہے۔ بے سوچے سمجھے ضعیف و موضوع کہہ دینا انصاف کا خون کرنا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ روایات میلاد میں حافظ ابونعیم علیہ الرحمۃ منفرد نہیں، انہیں دوسرے جلیل القدر علماء و محدثین نے بھی اپنی تصانیف میں شامل کیا ہے۔ جناب آزاد کے سائل نے جن واقعات کو خلاف عقل کہا اور خود آزاد صاحب جنہیں ضعیف و موضوع ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ تقریباً یہ سب (واقعات) حضرت محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی معرکہ آراء تصنیف مولد العروس میں موجود ہیں۔ پھر ابن جوزی علیہ الرحمۃ کا تشدد مزاج اُسی طرح معروف ہے جیسا کہ جناب ابن تیمیہ کا۔ جب ابن جوزی جیسے محدث جو بخاری شریف کی بعض روایات کو ضعیف و موضوع کہنے سے نہیں چوکتے، بھی اپنی ساری تنقیدی قوتوں (کو بروئے کار لاتے رہنے) کے باوصف ان مضامین کو بغیر کسی ردوکد کے اپنی تصنیف ضعیف میں درج فرما رہے ہیں تو جناب ابوالکلام آزاد کا چیخنا چلانا چہ معنی؟ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا گذشتہ صفحات میں اکثر و بیشتر اقتباسات اسی کتاب (مولد العروس)

سے لئے گئے ہیں تا کہ شور و غوغا کے عادی ذرا سنبھل کر لب کشائی کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ کتاب اسناد سے خالی ہے مگر ابن جوزی جیسے متشدد مزاج نقاد کا انہیں قبول کر لینا کوئی معمولی بات نہیں۔

پھر جب روایات کا فنی تجزیہ ہی مقصود ہے تو فرمایئے کہ کیا ضعیف اور موضوع میں کوئی فرق نہیں اور کیا ان دونوں کے احکام ایک جیسے ہیں۔ آزاد صاحب کے انداز تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں اس میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار کر وہ کسی چیز کو ضعیف ثابت کرتے ہیں اور جب بزعم خود وہ ضعیف ثابت کر دیتے ہیں۔ تو فی الفور خود ہی اُسے موضوع کہہ دیتے ہیں۔ حیرت ہے جن لوگوں کو ضعیف اور موضوع کے فرق کی بھی تمیز نہیں۔ نامور مفسر اور محقق و محدث کے طور پر مانے اور منوائے جاتے ہیں چنانچہ پہلی تین روایتوں کو بے اصل ثابت کرنے کی سعی مذموم کرتے ہوئے علامہ سیوطی کا اپنا اعتراف یوں پیش کرتے ہیں۔

''یہ روایت اور اس سے قبل کی جو روایتیں ہیں تو ان میں سخت و شدید انکار و قباحت ہے اور باوجود ان کے اشد شدید انکار کے میں نے اس کتاب میں جو درج کیا تو میرا دل اس اثر کو پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر میں نے محض حافظ ابونعیم کی پیروی کے خیال سے ایسا کر دیا'' (قومی ڈائجسٹ صفحہ ۹۲)

آزاد صاحب نے اسے سب سے بڑھ کر ایک برہان اور شہادت واضحہ (جو فی الحقیقت ان روایات کے موضوع ہونے کا آخری فیصلہ کر دیتی ہے۔) قرار دیا ہے کہ کیونکہ الخصائص الکبریٰ (جس میں یہ روایات درج ہیں) کے عظیم مصنف

علامہ سیوطی کا یہ اپنا اعتراف ہے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اس اعتراف میں ان روایت کو موضوع تو نہیں کہا گیا۔ روایت حد درجہ منکر وضعیف سہی، موضوع پھر بھی نہیں بلکہ جس وجہ سے انہوں نے انہیں شامل کتاب کیا ہے۔ ضرور قابل غور ہے کیا ان لفظوں کے آئینے میں جناب سیوطی حافظ ابو نعیم کے علم وفضل وحفظ پر اپنے اعتماد کا اظہار نہیں فرما رہے۔ اور کیا یہ بھی کسی عظیم محسن ومحقق کو خراج تحسین پیش کرنے کا ایک معروف انداز نہیں ہے۔ اس اعتراف سے جہاں حافظ ابو نعیم کی قدر ومنزلت واضح ہوتی ہے وہیں روایت کا درجہ بھی بڑھ جاتا ہے اگر حضرت امام شافعی حضرت امام اعظم کے مزار کے قریب جا کر قنوت نازلہ کے بارے میں اپنی تحقیق کی بجائے امام اعظم کی تحقیق پر عمل کرتے ہیں (شامی) تو کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ امام شافعی، امام اعظم کے علم وسیع کے معترف ہیں اور خود مجتہد ہونے کے باوجود ان کی مجتہدانہ عظمت کو سلام کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آزاد کی آزادانہ تحقیق وتنقید کے یہ کرشمے بار بار نظر آتے ہیں کہ وہ دلائل دیتے ہیں روایت کے ضعیف، منکر یا منقطع ہونے کے اور حکم لگا دیتے ہیں۔ موضوع ہونے کا۔ کیونکہ جادہ تحقیق پر قدم رکھنے سے پہلے ہی اپنی منزل انکار قرار دے چکے ہیں۔ اور جب انکار ہی مقصود ہو تو موضوع ثابت کرنا ضروری ہوا، لہٰذا قواعد وضوابط کو نظر انداز کرنا ہی مناسب تر ہے۔

آیئے اب محدثین سے پوچھتے ہیں کہ ضعیف اور موضوع میں کیا فرق ہے اور دونوں کا کیا حکم ہے۔ ضعیف حدیث کی حقیقت سمجھنے کیلئے پہلے ایک دو باتیں ذہن نشین کر لیجئے۔ اسناد کے لحاظ سے حدیث کی کئی قسمیں ہیں۔ جن میں تین زیادہ اہم ہیں۔

۱۔ صحیح وہ حدیث ہے جس کی اسناد متصل ہو، سارے راوی متقی ہوں (کوئی فاسق یا غیر معروف نہ ہو) سب راویوں کا حافظہ قوی ہو اور وہ (حدیث) کسی مشہور حدیث کے خلاف نہ ہو۔

۲۔ حسن وہ حدیث ہے جس کے کسی راوی میں یہ صفات اعلیٰ درجے کی نہ ہوں۔ مثلاً کسی کا تقویٰ کم یا حافظہ کمزور ہو۔

۳۔ وہ حدیث جس کا کوئی راوی متقی نہ ہو یا مضبوط حافظے کا مالک نہ ہو۔ گویا حدیث صحیح کی شرائط میں سے کسی ایک شرط کی کمی ہو۔

پہلی دو قسمیں صحیح اور حسن احکام اور فضائل سب میں معتبر ہیں مگر تیسری قسم یعنی ضعیف، احکام میں معتبر نہیں البتہ فضائل اعمال یا مناقب رجال میں معتبر ہے۔ ضعیف حدیث معاذ اللہ جھوٹی اور گھڑی ہوئی نہیں ہوتی جیسا کہ آزاد نے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جھوٹی اور گھڑی ہوئی حدیث کو جو در اصل حدیث ہوتی ہی نہیں موضوع کہتے ہیں وہ کسی صورت اور کہیں بھی معتبر اور مقبول نہیں۔ لہٰذا ضعیف حدیث جو محض کسی عمل یا کسی انسان کی فضیلت کو ثابت کرنے کیلئے محدثین کے نزدیک کافی ہوتی ہے، کو کسی ترنگ میں آ کر موضوع کہہ دینا فن حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے اور یہ اسی کو زیبا ہے جو انکار ہی کو اپنا مقصود ٹھہرا چکا ہو۔

پھر ضعیف دو یا دو سے زیادہ سندوں سے روایت ہو جائے (اگر چہ وہ سب سندیں ضعیف ہوں) یا اس پر معتمد علمائے امت کا عمل ہو تو بھی حسن ہو جاتی ہے اور حسن ہونے کے اعتبار سے احکام میں بھی حجت بن جاتی ہے۔ کبھی اولیاء کرام کے

کشف سے بھی کسی حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے (یعنی حدیث ضعیف پر عمل کرنے سے جو فائدہ بیان کیا گیا تھا، کشف والے کو نظر آیا اور یوں مضمون کی تصدیق سے روایت کا درجہ بڑھ گیا) یونہی حسن حدیث بھی اس طرح صحیح کا درجہ پالیتی ہے اور اُسی طرح اہل تحقیق و تدقیق کیلئے دلیل بن جاتی ہے۔ یوں تو یہ قاعدے فن حدیث کے کسی بھی طالب علم سے پوشیدہ نہیں مگر چونکہ حضرت آزاد کو حافظ ابن تیمیہ سے عشق ہے لہٰذا انہیں کا ارشاد عرض کیا جاتا ہے تاکہ عاشق کو قرار آئے۔

والحدیث اذا لم یُعلم انہٗ کذبٌ فروایتہٗ فی الفضائل امرٌ قریبٌ امّا اذا علم انّہٗ کذبٌ فلا یجُوزُ روایتہٗ الا مع بیان حالہ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۰۱)

ترجمہ: حدیث کے متعلق جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ جھوٹی ہے تو فضائل میں اس کی روایت کرنا قرین قیاس ہے لیکن جب یہ معلوم ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو پھر اس کی روایت اس شرط سے جائز ہے کہ اس کے ساتھ اس کا حال بھی بیان کیا جائے ۔ بلکہ کبھی کبھی حدیث ضعیف احکام و مسائل میں بھی قابل عمل گردانی گئی ہے مثلاً یونہی حافظ ابن تیمیہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔

دفن کے بعد تلقین میت کے بارے میں جو حدیث مروی ہے اس میں کلام کیا گیا ہے مگر چونکہ شام کے علماء اس کی روایت کے ساتھ اس پر عمل بھی کرتے تھے اس لئے اکثر حنبلی علما نے اس کو مستحب سمجھا ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم صفحہ ۳۲۶)

حضرت ملا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کو ضعیف قرار

دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَلضَّعِیْفُ یُعْمَلُ بِہٖ فِی فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ اِتِّفَاقًا وَلِذَا قَالَ اَئِمَّتُنَا مَسْحُ الرَّقَبَۃِ مُسْتَحَبٌّ اَوْ سُنَّۃٌ۔

(ترجمہ: فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے اسی لئے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے)۔

یہ ہے اعمال و احکام کے بارے ضعیف کی حد۔ (کہ کبھی اس سے استحباب یا سنت تک ثابت کی جاتی ہے) حضرت امام ابو طالب مکی قدس سرہ قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں۔

اَلْاَحَادِیْثُ فِی فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ وَتَفْضِیْلُ الْاَصْحَابِ مُتَقَبَّلَۃٌ مُحْتَمَلَۃٌ کُلَّ حَالٍ مَقَاطِیْعُھَا وَمَرَاسِیْلُھَا لَا تُعَارَضُ وَلَا تُرَدُّ کَذٰلِکَ کَانَ السَّلَفُ یَفْعَلُوْنَ۔ ترجمہ۔ فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں۔ مقطوع ہوں خواہ مرسل، نہ ان کی مخالف کی جائے۔ نہ انہیں رد کریں ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔ (منیر العین از اعلیٰ حضرت قدس سرہ)

اور یہاں جس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی جناب آزاد نے کوشش کی ہے۔ انکا تعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل کے ساتھ ہی نہیں بلکہ خود سرورکائنات فخر موجودات حضور جان کرم آن شرف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت

وعزت سے ہے۔ اور اس بنا پر ان کو معاذ اللہ خواہ مخواہ ضعیف و موضوع ثابت کرنے کی مذموم کوشش محبت و ایمان سے خالی ہونے کی دلیل بھی ہے۔ یہ کس قدر غضب کی بات ہے کہ ایسی روایت جنہیں بڑے بڑے ائمہ حدیث نے دلائل نبوت کے طور پر پیش کیا۔ انہیں پر معاذ اللہ موضوع و بے بنیاد ہونے کا الزام لگا دیا جائے اور ان عظیم آئمہ حدیث کو مورد طعن ولائق مذمت قرار دیا جائے۔ افسوس انہیں اپنے مجدد کا فیصلہ تسلیم نہیں چنانچہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وَهٰذِهِ الْكُتُبُ فِيهَا مِنَ الْاَحَادِيْثِ الْمُتَضَمِّنَةِ لِآيَاتِ نُبُوَّتِهِ وَبَرَاهِيْنِ رِسَالَتِهِ اَضْعَافُ اَضْعَافِ الْاَحَادِيْثِ الْمَأْثُوْرَةِ فِيْمَا هُوَ مُتَوَاتِرٌ عَنْهُ مِثْلُ حُجَّةِ الْوَدَاعِ وَعُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ. (الجواب الصحیح۔ جلد ۴ صفحہ ۲۴۳)

ترجمہ۔ یہ وہ کتابیں ہیں جن میں آپ کی نبوت کی علامات اور آپ کی رسالت کے دلائل کی وہ حدیثیں بھی اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ اگر حجۃ الوداع اور عمرہ حدیبیہ کی طرح ان کو متواتر کہہ دو تو بھی بیجا نہیں۔

دلائل نبوت کی انہیں کتابوں کے بارے میں مشہور دیوبندی عالم جناب مولانا بدر عالم کا نقطہ نظر ملاحظہ ہو۔

"اس کے علاوہ بخاری شریف کی شروح میں اس وقت جو سب سے عمدہ شروح سمجھی گئی ہیں۔ وہ دنیا کے دو بڑے حافظوں کی ہیں یعنی حافظ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ رہی شرح حافظ قسطلانی علیہ الرحمہ تو وہ

ان دونوں شرحوں پر مبنی ہے جو شخص ان شروع کا مطالعہ کرے گا وہ یہ دیکھے گا کہ ان حفاظ نے کیسے کیسے آڑے موقعوں پر اور کتنی کثرت کے ساتھ کتب دلائل کی روایات سے مدد لی ہے۔ کسی روایت سے راوی کا نام، کسی مقام کا نام اور کسی بعض ضروری تفصیلات علم میں آجاتی ہیں۔ ان کے متابعات اور شواہد کا بڑا ذخیرہ انہیں کتب سے فراہم ہوتا ہے۔ (ترجمان السنۃ جلد ۴ صفحہ ۹۶)

اسی کتاب کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو۔ عنوان ہے بعض وہ معجزات جن کی عام اسانید تو ضعیف ہیں لیکن حفاظ وائمہ کے نزدیک وہ دوسری قابل اعتبار اسانید سے ثابت ہیں۔ اس کے تحت فرماتے ہیں:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باب علامات النبوت کے شروع میں آپ کی ولادت کے وقت خانہ آمنہ منور ہو جانا اور قصور شام کا روشن ہونا، آسمان سے ستاروں کا جھکتا ہوا معلوم ہونا۔ شب ولادت میں ایوان کسریٰ کے بعض کنگروں کا گر جانا آتشکدہ فارس کا بجھ جانا اور آپ کی دودھ پلانے والی عورت کے دودھ میں بڑی برکت ہونی اور اس کے علاوہ ان کے گھر میں قسم قسم کی دوسری برکات کا ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو فتح الباری)

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ پھر ان کی انواع واقسام کا اجمالی تذکرہ

فرماتے ہوئے لکھا ہے جیسے قرآن مجید، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، اہل کتاب کی شہادت، کاہن کی پیشگوئی، غیباً آزیں اور انبیاء علیہم السلام کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بشارتیں، قصہ اصحاب فیل اور اس کے علاوہ آپ کے سن ولادت میں دیگر عجائبات کا ظہور، اور آسمان پر غیر معروف طریقے پر بکثرت ستاروں کا ٹوٹنا، گذشتہ اور مستقبل کی ایسی خبروں کا بیان کرنا جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کسی کو نہیں ہو سکتا۔۔۔ الخ۔ (الجواب الصحیح از جلد ا صفحہ ۱۴۵ تا ۱۵۵) (ترجمان السنہ جلد ۴)

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو

"یہ عجیب بات ہے کہ جو احادیث یا ضعیف اسانید کے ساتھ کتب دلائل میں روایت کی گئی ہیں۔ انکی پشت پر کوئی نہ کوئی حدیث مجمل یا مفصل، کتب صحیحہ میں بھی موجود نظر آتی ہے اس لئے ہزار آپ انکار یا تاویل کی راہ اختیار کریں لیکن اس نوعیت کے معجزہ کا ثبوت ماننا ہی پڑتا ہے۔ (ترجمان السنہ جلد ۴)

ضعیف اسناد کو دوسری ضعیف اسناد سے قوت مل جائے تو حسن کے درجے تک پہنچ جاتی ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔ نیز کسی صاحب کے کشف سے بھی روایت کا ضعف دور ہو سکتا ہے (جیسا کہ بانی دار العلوم دیو بند مولانا محمد قاسم صاحب کے قول حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک صاحب کشف نوجوان کے بارے میں فرمایا، اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی۔ (تحذیر الناس)

نیز وہ ضعیف روایت بھی جس پر علمائے امت کا عمل ہو ضعف سے بالاتر ہو

جاتی ہے۔ لہٰذا یہ روایات میلاد ضعیف ہونے کے باوجود جب ایک دوسری کو تقویت دیں۔ حتیٰ کہ ان کے مضامین متواتر کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں تو کیوں معتبر نہیں ہوں گی (حالانکہ حسن نہ بھی ہوتیں معجزات وفضائل ومناقب میں ان کا ضعیف ہونا بھی مقبول ومعتبر ہونے کیلئے کافی تھا) پھر اہل کشف سب کے سب انہیں تسلیم کرتے آئے ہیں اور کسی ایک صاحب کشف نے بھی ان کی مخالف نہیں کی تو ابوالکلام آزاد کیلئے نہ سہی، عام اہل محبت کیلئے یہ بات بھی حجت ہے۔ چنانچہ الخصائص الکبریٰ کے عظیم مصنف علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے پچھتر (۷۵) بار جاگتے ہوئے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا حسب ضرورت روایات اور احادیث کے بارے میں بھی پوچھا کرتے۔ اس صورت حال سے بہت سے دوسرے صوفیاء ومحدثین بھی مشرف ہوئے۔ پھر عظیم محدثین کا محافل میلاد منعقد کرا کے انہیں سننا سنانا بھی گویا علماء کے عمومی عمل وقبول کی وجہ سے ان کی قوت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا خواہ مخواہ ان کے بارے میں شکوک وشبہات وارد کرنا اور افواہیں پھیلانا بغض کی علامت نہیں تو کیا ہے۔

یاد رہے علم حدیث کا ایک اہم قانون تلقی بالقبول بھی ہے یعنی علماء کرام کا کسی حدیث کو قبول کرتے آنا اور یوں اس کے مضمون کا عام انسانوں کی نظر میں مقبول ومستند ٹھہرنا بھی ایک مضبوط دلیل ہے کسی روایت کی صحت کی (اسی کا نام ہے تلقی بالقبول) حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں۔

قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة

إِذَا تَلَقَّاهُ النَّاسُ بِالْقُبُوْلِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ۔ بعض علماء نے فرمایا کہ حدیث کو صحیح کہا جائے گا بشرطیکہ لوگوں نے اسے قبول کرلیا ہو۔ اگرچہ اس کی کوئی سند صحیح نہ ہو۔

(تدریب الراوی)

چنانچہ ابن خلال کی کتاب السنۃ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

ترجمہ امام ابوبکر مروزی نے فرمایا میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان احادیث کے بارے میں پوچھا جو صفات، دیدار خداوندی، معراج عرش کے بارے میں ہیں۔ مگر جہمیہ انہیں نہیں مانتے تو آپ نے انہیں صحیح فرمایا نیز ارشاد ہوا، ان احادیث کو علما کا تلقی بالقبول حاصل ہے۔ لہٰذا ہم ان کو مانتے ہیں جیسی وارد ہیں۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۴۶، ۲۴۷)

علم حدیث کے اس اصول کے مطابق بھی جن روایات کو ضعیف سمجھ کر ناقابل اعتبار خیال کرلیتے ہیں۔ اُن میں سے ایسی روایت جو تلقی بالقبول کے درجے پر فائز ہو، اسناد کے ضعف کے باوجود ضعیف نہیں رہتیں اور میلاد شریف کی روایات میں اکثر ایسی ہیں۔

مسئولہ روایات پر ایک نظر:

سائل نے جناب آزاد سے جن روایت کو خلافِ عقل قرار دے کر اُن سے تصدیق کرانی چاہی یا رائے مانگی۔ ان پر بہت کچھ تبصرہ ہوچکا۔ مختصر یہ کہ مجیب (یعنی

آزاد صاحب) کے نزدیک یہ سب ضعیف، منقطع (بلکہ موضوع) ہیں۔ اوپر تفصیل سے یہ بات بیان ہوچکی ہے۔ کہ آزاد صاحب زیادہ سے زیادہ انہیں ضعیف یا منقطع ہی ثابت کرسکتے ہیں، موضوع کا لفظ محض جوشِ غضب کی بناپر استعمال کرتے ہیں رہ گیا ان کا ضعیف یا منقطع ہونا۔ اس بناپر انہیں مسترد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ فضائل اعمال یا مناقب رجال میں ایسی حدیثیں قبول ہیں اور حجت بھی۔ اکابر محدثین تک کا یہ حال رہا کہ عقائد اور حلال وحرام وغیرہ میں صحیح یا حسن روایات کا اہتمام کرتے ہیں اور فضائل ومناقب میں ضعیف، منقطع، مضطرب اور مرسل احادیث بھی شامل کتاب کرلیتے ہیں (اور اس باب میں کافی سمجھتے ہیں) یاد رہے کہ صحیح ضعیف اور موضوع وغیرہ سارے احکام سند پر ہوتے ہیں متن پر نہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی سند کی بنا پر کسی محدث نے کسی روایت کو موضوع سمجھا مگر دوسرے کو وہی حدیث کسی اعلیٰ اور قابل قبول سند سے مل گئی تو اُس کے نزدیک وہ موضوع نہیں رہی۔ علامہ بدرعالم (دیوبندی) فرماتے ہیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ بعض حدیثوں پر بڑے بڑے محدثین نے موضوع ہونے کا حکم لگادیا ہے لیکن جن حفاظ کو اس کی اچھی سند مل گئی ہے۔ اُنہوں نے اس حکم کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اسے صرف اسی سند تک محدود سمجھا جو اس وقت موضوع کہنے والوں کے سامنے تھی۔ اس کے شواہد اسی کتاب میں آئندہ آپ کے ملاحظہ سے گزریں گے۔ (ترجمان السنۃ جلد ۴)

۱۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت کے وقت ایک مرغ سفید

کے نمودار ہونے کا ذکر زرقانی علی المواہب جلد ا میں بھی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث قدس سرہ فرماتے ہیں۔

''پستر دیدم کہ بازوے مرغ سفید است کہ میمالد دل مرا و رفت ازمن ترس و درد'' (مدارج النبوۃ ص ۱۲)

ترجمہ۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندے کا بازو ہے جو میرے دل پر مل رہا ہے (اس سے) میرا خوف و درد جاتا رہا۔

۲۔ حضرت مریم اور حضرت آسیہ علیہما الرضوان کا ولادت سے پہلے آنا اور بشارت دینا مدارج النبوت اور زرقانی (علی المواہب) میں مذکور ہے۔ علامہ ابن الجوزی محدث علیہ الرحمہ نے مولد العروس میں انکے ساتھ حضرت حوا علیہا الرضوان کا ذکر بھی کیا ہے۔ فنی بحث تو تفصیل سے ہو چکی۔ اگر کسی کو پھر بھی اطمینان نہ ہو سکے تو شب معراج تمام نبیوں کے بیت المقدس میں آنے (جو بخاری میں مذکور ہے) سے سبق وتسکین حاصل کرے۔

۳۔ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوا تو دو سو عورتیں رشک سے مرگئیں۔ اس روایت سے دراصل یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف قدرت نے مختلف ذرائع سے آپ کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہی اس تفصیل سے کرادیا تھا۔ کہ اہل علم ونظر کو آپ کے والد ماجد علیہ الرضوان کا حلیہ تک معلوم تھا۔ پھر آپ کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابانی بھی بالکل واضح تھی۔ نبی آخر الزمان کی والدہ بننے کا شرف حاصل کرنے کیلئے عورتوں کا

آرزومند ہونا قدرتی امر ہے اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں نور منتقل ہو جانے کے بعد حسرتوں کے بوجھ سے بعض خواتین کا زندگی سے ہاتھ دھولینا قرین قیاس ہے۔ ممکن ہے دوسو والی روایت بھی ہو۔ (کیونکہ سائل نے کسی حوالے کے بغیر بات کی ہے) علامہ ابن جوزی نے ایسی خواتین کی تعداد ایک سو لکھی ہے۔ (قِيلَ لَمَّا تَزَوَّجَهَا مَاتَ مِنْ نِسَاءِ مَكَّةَ مِائَةُ امْرَأَةٍ أَسَفًا وَّشَوْقًا لِنُوْرِ مُحَمَّدٍ (مولد العروس صفحہ ۱۸،۱۹) یعنی کہا جاتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو مکہ کی سو خواتین افسوس اور نور محمدی کے شوق میں راہی ملک بقا ہوگئیں

۴۔ جہاں تک آتشکدہ ایران کے بجھنے کا تعلق ہے اسے اکثر محدثین نے نقل فرمایا ہے اور علامہ ابن جوزی نے اس کتاب میں کئی جگہ نقل کیا ہے۔ خصائص کبریٰ اور مدارج النبوت کے علاوہ خصوصاً فتح الباری اور کئی دوسری معتبر کتابوں میں ہے۔ ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کے اوندھے منہ گرنا شواہد النبوۃ (از مولانا جامی) اور رسالہ مولد النبی (احمد بن حجر الہیتمی) مدارج النبوت (از شیخ محقق) اور رسالہ مولد رسول اللہ (از علامہ ابن کثیر شاگرد حافظ ابن تیمیہ) میں مخزوم بن ہانی مخزومی کی جس روایت میں ایوان کسریٰ کے تھرتھرانے اس کے چودہ کنگروں کے گرنے، آتشکدہ ایران کے بجھنے بحیرہ ساوہ کے خشک ہونے اور موبذان کے خواب کا ذکر ہے اور آزاد صاحب کو بڑی تکلیف محسوس ہوئی ہے۔ یہ ساری روایت علامہ ابن کثیر جو علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں نے اپنے رسالہ مولد رسول اللہ میں نقل

فرمائی ہے۔ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے جو روایت درج کی ہے۔ اس میں ساری دنیا کے بتوں کے بارے میں ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں اَصْبَحَتْ اَصْنَامُ الدُّنْیَا کُلُّھَا مَنْکُوْسَۃً یعنی ساری دنیا کے بت اوندھے ہو گئے۔

۵۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ولادت باسعادت کے کچھ دیر بعد غائب ہو جانا اور آپ کو جنتی لباس کا پہنایا جانا علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ کے مطابق یوں ہے۔ فَاحْتَمَلَہٗ جِبْرِیْلُ وَلَفَّہٗ فِیْ ثَوْبٍ مِنْ حَرِیْرِ مِنَ الْجَنَّۃِ وَطَافَ بِہٖ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا (صفحہ ۲۸)

ترجمہ۔ سو حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اٹھا کر ایک جنتی ریشمی کپڑے کے اندر لپیٹ لیا۔ اور آپ کے ساتھ زمین کے مشارق و مغارب کا چکر لگایا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) علامہ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق باری باری دو بادل آئے اور یوں دو بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غائب ہوئے، پہلی بار سفید بادل تھا اور دوسری دفعہ اس سے بڑا۔ اگلے سوال میں جن مختلف آوازوں کا ذکر ہے وہ اسی بادل سے آ رہی تھیں۔

۶۔ زرقانی اور خصائص الکبریٰ کی روایت کے مطابق روشنیوں اور آوازوں کا ذکر اس طرح ہے۔

ترجمہ۔ ''آپ پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق ومغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی۔۔۔۔ پھر میں نے آسمان کی طرف سے ایک سفید نوری بادل آتا ہوا دیکھا جس میں سے سفید گھوڑوں کے ہنہنانے، طائروں کے

بازوؤں کی حرکت اور فرشتوں کے کلام کی آواز آتی تھی۔'' (صفحہ ۹۵)

قابل غور پہلو :

سائل کا چھ سوال کر کے اتنی ہی تعداد میں میلاد شریف کی روایت کو خلاف عقل کہنا اور عجیب کا اتنی ہی باتوں کو ضعیف و موضوع قرار دینا کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ میلاد شریف کے باقی واقعات و روایات عقل ہی کے خلاف ہیں اور نہ علمی تحقیق کے مثلاً

۱۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بوقت ولادت مغسول (غسل شدہ)، مکحول (سرمہ لگائے ہوئے)، مدہون (تیل لگائے ہوئے) مختون (ختنہ شدہ) اور مسرور (ناف بریدہ) ہونا اور جسم اقدس کا ہر قسم کی آلائش سے پاک ہونا اور نہایت خوشبودار ہونا۔

۲۔ ولادت باسعادت کے فوراً بعد آپ کا بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہونا۔ سجدے کے دوران شہادت کی دونوں انگلیوں آسمان کی طرف حضور و تضرع سے اٹھائے رکھنا (باقی انگلیوں کا بند رہنا) مٹی کی مٹھی لینا۔

۳۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شب ولادت ایک ایسا نور دیکھنا جس سے زمین منور ہو گئی اور آپ کو شام کے محلات نظر آ گئے (مدارج النبوت میں شیخ محقق فرماتے ہیں در احادیث صحیحہ شہیرہ آمدہ یعنی یہ بات اور مشہور حدیثوں میں مذکور ہے) اور ولادت سے کچھ بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ حضرت شفا کے بقول مشرق تا مغرب ساری زمین کا منور ہو جانا اور اس روشنی میں شام کے

بعض محلات دیکھ لینا۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوہ افروز ہوتے ہی (آتشکدہ ایران کے بجھنے کیطرح) دریائے ساوہ کا خشک ہو جانا اور وادی ساوہ کا دریا کی طرح ہزار سال کے بعد جاری ہو جانا۔

۵۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان کہ خدا نے میری نظر سے پردہ اٹھا لیا اور میں نے زمین کے مغارب ومشارق دیکھ لئے، یہ بھی مشاہدہ کیا کہ تین جھنڈے نصب کئے گئے۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبے کی چھت پر۔

۶۔ دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت کا ہونا اور اس پر کلمہ شریف کا لکھا ہونا۔

۷۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق کعبے کا مقام ابراہیم کی طرف جھکنا اور یہ کہنا ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ رَبُّ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰی اَلْآنَ قَدْ طَهَّرَنِیْ رَبِّیْ مِنْ اَنْجَاسِ الْاَصْنَامِ وَاَرْجَاسِ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ (اللہ اکبر اللہ اکبر، جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے۔ اب میرے رب نے مجھے بتوں کی نجاستوں اور مشرکین کی شرارتوں سے نجات دی ہے)

یہ اور اس قسم کی دوسری روایات ہی تسلیم کر لی جائیں تو جھگڑا ختم ہو سکتا ہے ویسے بھی اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت کا مسئلہ ہے۔ جھگڑا کیوں کیا جائے۔

مؤمنانہ اور منافقانہ طرز فکر:

آپ نے گزشتہ صفحات میں چند سوالات اور اُن کے دو قسم کے جوابات ملاحظہ فرمائے۔ سوال کرنے والے نے اُن بعض روایات کو، خلاف عقل قرار دیا جن کا تعلق حضور سرور کون ومکاں مالک دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت سے ہے۔ اُسے ان روایات کو قبول کرنے میں تردد اس لئے ہے کہ اُس کی عقل انہیں تسلیم نہیں کرتی۔ جواب دینے والے (مولانا ابو الکلام آزاد) نے بھی ان روایات کو ناقابلِ تسلیم ہی گردانا ہے۔ مگر عقل سے نہیں، علمی تحقیق سے، گویا ان کی عقل تو انہیں تسلیم کر سکتی تھی مگر علم کا فیصلہ ان کے خلاف ہے لہذا اُنہیں بھی ان روایات میں کوئی صداقت نظر نہیں آتی اور لامحالہ وہ بھی انکار پر مجبور ہیں۔ یا چونکہ اُنہیں انکار ہی مقصود تھا وہ انہیں کرنا ہی تھا مگر ان کی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ علم کے زور سے انہیں کمزور وضعیف ثابت کریں، (جیسا کہ اوپر تفصیل سے کچھ گزرا) ہمارے نزدیک علمی تحقیق کوئی جرم نہیں۔ لیکن اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خداداد شان وعظمت پر ایمان تو ہونا چاہیئے۔ مؤمن کے نزدیک عقل یا علم سب در مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خادم ہیں۔ اس کا ایمان اپنی عقل یا اپنے علم پر نہیں۔ اللہ پر ہے اور اس کے پیارے بے مثال ولا جواب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے سے پہلے اپنی عقل یا اپنے علم پر اعتماد کیجئے کسی کو کیا اعتراض دیکھیئے ایمان لانے کے بعد ان سب کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نذر کر۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں ہر عاقل جسے اپنے سے بڑا عاقل تسلیم کرتا ہے، اُس کا فیصلہ بلا چون وچرا مانتا ہے۔ اور ہر عالم جسے

اپنے سے بڑا عالم مانتا ہے، اُس کے حکم پر چلتا ہے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اُسے انسانی عقل وعلم کا منتہا سمجھا اور مانا جائے ۔ایمان کے بعد مؤمن کی عقل نبی کے بارے میں شک یا انکار کے راستے پر نہیں چل سکتی۔ اب اُسے نبی کی عظمت یا حکمت پر رائے زنی یا تنقید کا حق نہیں، ہاں نبی کی تعلیمات پر ایمان لا کر ان کے اندر چھپے ہوئے اسرار پر غور کر سکتا ہے۔

مثلاً نماز کا حکم ملا۔ مؤمن کا یہ کام نہیں کہ اس حکم میں شک کرے۔ معاذ اللہ اسے ناقابل عمل یا بے فائدہ سمجھے۔ اس بات پر تو اسے یقین ہونا چاہیئے کہ نماز قابل عمل بھی ہے، مفید بھی۔ اب اپنی عقل سے نماز کی حکمتیں اور فوائد تلاش کرے اس کا رویہ باغیانہ نہیں عاجزانہ ہوگا تو علم وحکمت کے بند دروازے اُس کیلئے کھلتے جائیں گے اور اسرار خود اس پہ واشگاف ہونے کیلئے بیقرار ہوں گے۔ یونہی اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے سے چاند دو ٹکرے ہوا۔ اس نے سنا تو فوراً مان لے اور پھر اس پر غور کرے کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا کیا عظمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تحقیق کرنا ہو تو یہ کرے، بات سنانے والا کون ہے، کیا اس نے یہ بات اپنی طرف سے کی ہے یا قرآن وحدیث کے حوالے سے یا اکابر علماء وصوفیا سے اس نے اخذ کی ہے۔ بہر حال ایمان لانے کے بعد شیوہ تسلیم ورضا ہی موزوں ومناسب ہے۔ باغیانہ روش، ملحدانہ ہٹ دھرمی یا منافقانہ پیچ وتاب جائز نہیں فیصلہ تو پہلے کرنا تھا کہ ایمان لاؤں یا نہ لاؤں حلقہ بگوش اسلام ہوں یا نہ ہوں جب یہ فیصلہ کر چکا اور اپنے اختیار سے ایمان لا چکا تو اپنے تمام

اختیارات محبوب حجازی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گرد راہ پر قربان کردے۔ اصل بات تو رسالت ہے۔ مخلوق میں اس سے بڑھ کر کوئی بلندی نہیں۔ باقی تمام معجزات وکمالات اسی سے وابستہ ہیں اور اسی کے زیر اثر۔ اے بندے! رسول مان لیا تو اب جرح نہ کر۔ کمالات پر بھی ایمان لا۔ رسول کا ماننا اُسے صاحب کمال ماننا ہے بے کمال ماننا نہیں۔ اگر رسول مان کر اُنہیں بے کمال مانتا ہے تو اسے ایمان نہیں کہتے ہیں، نفاق کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں نہایت ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ ہے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ کفار کو یقین تھا کہ واقعہ معراج اس حد تک خلاف عقل ہے کہ صدیق بھی پھسل جائیں گے مگر جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو جواب دیا اُس نے نقطہ ایمان کی تفسیر کردی اور عقل پرستوں کو عقل سمیت ورطہ حیرت میں غرق کردیا۔ آپ نے فرمایا۔

نَعَمْ اِنِّیْ لَاُصَدِّقُهٗ بِمَا هُوَ اَبْعَدُ مِنْ ذٰلِكَ اُصَدِّقُهٗ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِیْ غَدْوَةٍ وَرَوْحَةٍ. (ہاں میں ضرور آپ کی اس سے بھی زیادہ دور کی بات میں تصدیق کرتا ہوں، تصدیق کرتا ہوں آسمانی خبر کی جوان کے پاس صبح کو آئے یا شام کو آئے) حدیث کے آخری الفاظ ہیں فَلِذٰلِكَ سُمِّیَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّیْق یعنی اسی وجہ سے ابوبکر کا نام صدیق ہوگیا۔ (خصائص کبریٰ بحوالہ حاکم بن مردویہ۔ حاکم نے اسے صحیح کہا)۔

سوچئے واقعہ معراج سے زیادہ (عقل والوں کیلئے) عقل شکن کیا ہوگا اور

ابوجہل سے زیادہ ضعیف ومنکر راوی کون ہوسکتا ہے مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوٹوک انداز عقل کے تمام داؤ پیچ ختم کر دیئے اور بغیر کسی ادنیٰ سے تامل کے گویا وضاحت کر دی کہ رسالت مان لینے کے بعد کسی فضیلت کا انکار کرنا خود بے عقلی وبیوقوفی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عقل وعلم کے ان تیرہ دل دیوانوں کو رسالت پر ایمان لانے کی توفیق ملی نہ توحید پر۔ توحید سنگ وشجر کے بے کس دیوتاؤں سے ناتا توڑ کر اس سچے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان لانے کا نام ہے۔ جو ایک ''کن'' سے ساری کائنات بنا سکتا ہے۔ بلکہ جتنی کائنتیں چاہے معرض وجود میں لا سکتا ہے۔ جو تمام طاقتوں کا مالک ہے، جو چاہے کر سکتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔ وہ ایک ہی دینے والا ہے۔ جو نعمت، عزت، سطوت، حکومت اور قدرت جسے چاہے دے، جتنی چاہے دے جب چاہے دے اور جب چاہے سلب فرمائے۔ نبی اُسی ذات قادر وقیوم کا نمائندہ اُسی کی قدرتوں کا مظہر ہوتا ہے اور اس کی مخلوق میں جو کمالات ہو سکتے ہیں۔ ان سب سے زیادہ کمالات سے متصف اور باقی مخلوق کیلئے اللہ کی رحمت کا دروازہ اور نعمتوں کا وسیلہ ہوتا ہے۔ مخلوقِ خدا میں نبی ایسی بے پناہ طاقتوں سے مزین ہوتا ہے کہ اس سے خدا کی لازوال قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ خدا کے بعد علم وعمل کا سب سے بڑا چشمہ نبی ہی ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جیسے وہ خدا کی قدرت کا مظہر ہوتا ہے، ایسے ہی حکمت کا بھی مظہر ہوتا ہے۔ وہ خدائی اسرار کا امین ہوتا ہے، بہت کچھ جاننے کے باوجود بتقاضائے حکمت اُسے صابر وحلیم رہنا پڑتا ہے اور بہت سے اختیارات سے آراستہ ہوتے ہوئے بھی بھی اُسے پتھر کھا کر

خاموش رہنا پڑتا ہے کہ حکمتِ خداوندی کا یہی تقاضا ہے۔ کہ وہ سراپا صبر واستقامت بن کر خدا کی شان صبوری کا مظہر بن سکے۔

معجزہ کیا ہے؟ نبی کی اُس خداداد طاقت کا نام جس کا جواب لانے سے باقی مخلوق عاجز ہو۔ جہاں یہ نبی کی عظمت کا نقیب ہوتا ہے؟ وہیں شہنشاہ حقیقی کی بیمثال قوت وقدرت کا ناقابل انکار ثبوت ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا نبی اللہ کی قدرت کا مظہر ہے۔ یوں سمجھئے اللہ اپنی شان قدرت کا کوئی خاص جلوہ دکھانا چاہے تو اپنے کسی محبوب ہی کے ذریعے دکھائے گا۔ نبی کے ذریعے دکھائے تو اس جلوہ قدرت کو معجزہ کہیں گے اور ولی کے ذریعے دکھائے تو کرامت، جن لوگوں نے کسی معجزے یا کرامت کا انکار کیا۔ آپ اُن کے خیالات پڑھ کر دیکھیں۔ اصل انکار اس لئے نہیں ہوتا کہ اس کی روایت شایان شان طریقے سے اُن تک نہیں پہنچی بلکہ انکار کی اصلی وجہ یہ ہوتی ہے کہ زبان سے ماننے کے باوجود وہ دل سے اللہ کی قدرتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔ عموماً سمجھا جاتا ہے کہ نبی کے کمالات کا انکار اُن کو اپنی طرح بشر اور بے بس سمجھنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انکار کی وجہ اس سے بھی بڑی ہے وہ یہ ہے کہ خدا کو بھی اپنی طرح مجبور اور بے بس سمجھتے ہیں۔ اُن کو لاکھ سمجھاؤ کہ خدا وہ کیسا جو مجبور ہو، مجبوری مخلوق کے لائق ہے۔ خالق کے لائق نہیں۔ مگر اُن کی عقل بے نور کچھ نہیں دیکھتی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر شئے میں قدرتِ خدا کا کچھ نہ کچھ جلوہ ہے۔ باہر کیا جائیں آپ اپنے اندر ہی غور کریں، آنکھ، کان، ناک، معدہ، نظام انہظام، رگوں، پٹھوں کا سلسلہ، ایک انسان کے اندر ایک جہاں حقائق آباد ہے۔ اور پھر اس کا

ہر رتبہ کہ بود درامکاں بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بروتمام

مقصود ذاتِ اوست دگرہ ہمہ طفیل
منظور نور اوست دگر جملگی ظلام

یہ اشعار ہیں برکۃ المصطفیٰ فی دیار الہند، شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی کے جنہوں نے اپنے عقیدہ و ایمان کا اظہار فرماتے ہوئے دوٹوک انداز میں فیصلہ دیا ہے کہ جو رتبہ بھی (مخلوق کیلئے) ممکن تھا، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُس کی انتہا ہوگئی اور (بندوں کو دینے کیلئے) جو نعمت بھی بارگاہ ذوالجلال میں موجود تھی، آپ پر اس کی تکمیل ہوگئی، اصل بات یہ ہے کہ مقصود کائنات آپ ہی کی ذاتِ ستودہ صفات ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باقی ساری مخلوق انبیاء و اولیاء، ہوں یا حور و قدسی، جن و بشر ہوں یا وحوش و طیور، سب آپ کے طفیلی ہیں۔ باعث امکاں ہے تو ایک آپ کا نور، آپ کے سوا دنیا میں ظلمات ہی ظلمات ہے (یہی شیخ محقق ایک اور مقام پر بندہ مؤمن کو توحید و رسالت کی حقیقت سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مخواں اُو را خدا ، ازبہر حفظِ شرع، پاس دیں
دگر ہر وصف کش می خواہی اندر مدحش املا کن

یعنی: (اے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کہنے والے) حضور کو خدامت کہو کہ شریعت اور دین کی حفاظت کا یہی تقاضا ہے۔ اس کے سوا آپ کی تعریف میں جو کچھ بھی کہنا چاہے، اجازت ہے۔

مطلب یہ کہ آپ خدا نہیں (اور خدا کی وہ صفات جو خدا ہی میں ہو سکتی ہیں، کسی دوسرے میں ممکن نہیں۔ آپ میں بھی نہیں مثلاً خالق ہونا، معبود ہونا، واجب الوجود ہونا اور مستقل بالذات ہونا صرف خداوند وحدہ لاشریک کے شایان شان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خالق و معبود، واجب الوجود اور مستقل بالذات نہیں) ایسے اوصاف کے سوا باقی جس طرح بھی چاہے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثنا کر۔

یہی بات مقبول بارگاہ رسالت امام الشعراء والصوفیہ حضرت علامہ بوصیری علیہ الرضوان نے فرمائی ہے۔ آپ کے یہ تین شعر لوح دل پر لکھنے کے لائق ہیں۔ فرماتے ہیں۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَکِمْ

فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَاشِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَاشِئْتَ مِنْ عِظَمٍ

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَیْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَیُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٍ

ترجمہ۔ (۱) جو کچھ عیسائیوں نے اپنے پیغمبر (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں کہا (یعنی خدا یا خدا کا بیٹا) اسے چھوڑ کر باقی جو چاہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں کہہ اور خوب بیان کر۔

(۲) اس کے سوا جو شرف بھی چاہے آپ کی ذات سے منسوب کردے اور

آپ کے رتبے کے سے جس بزرگی کو چاہے منسوب کر۔

(۳) کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی کی کوئی حد نہیں جس کو کوئی بولنے والا بیان کر سکے۔

تو حضرت بوصیری علیہ الرحمۃ والرضوان جن کا قصیدہ صوفیہ وعلماء کا وظیفہ ہے یہی نصیحت فرما رہے ہیں جو شیخ محقق نے فرمائی۔ انہیں دو پر موقوف نہیں۔ ہر مومن کامل اسی انداز میں سوچتا ہے۔ بقول شاعر جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہے۔

خدا تیرا خدا ہے تو خدا کا پاک بندہ ہے
خدا تو تو نہیں، نور خدا شانِ خدا تو ہے
تری تعریف میں جتنا بڑھیں سب تجھ کو شایاں ہے
فقط اک نار وایہ ہے کہ یوں کہے خدا تو ہے

جس کی شان بلند کا یہ حال ہو کہ خدا کے سوا اور خدا کے بعد سب کچھ ہوں۔ اُن کی عظمت کو متنازع فیہ ٹھہرالینا اسلام کی خدمت نہیں بلکہ بدترین قسم کی اسلام دشمنی ہے۔ جب انہیں کی ذات وصفات کے بارے میں جو مظہر ذات وصفات ہیں شکوک وشبہات پھیلائے جائیں گے، تو محبت کے رشتے ٹوٹ جائیں گے اور یقین وایمان کا نور مدھم ہوتے ہوتے آخر کار بالکل گم ہو جائے گا۔ توحید کے سب سے بڑے نقیب بھی حضور ہیں اور اس کی سب سے بڑی دلیل بھی حضور ہی ہیں۔ جو لوگ توحید بچانے کے بہانے عظمت رسالت سے بغاوت کرتے ہیں۔ واللہ توحید سے خالی بھی

ہوتے ہیں، نا آشنا بھی۔ ہاں ہاں! توحید کے انوار کی سب سے بڑی جلوہ گاہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ان سے دور ہو کر تو بڑے سے بڑا فلسفی بھی توحید کو نہیں پہچان سکتا، ہم تم کس کھاتے میں ہیں۔ ذرا سوچئے اسلام کو آئے چودہ صدیاں بیت گئی ہیں۔ نئے نئے علوم معرض وجود میں آ گئے ہیں۔ فلسفہ ونفسیات کہیں سے کہیں پہنچ گئے ہیں۔ کئی ایسی چیزیں بازارِ ہستی میں دستیاب ہیں جو اسلام کی صداقت کی منہ بولی تصویریں ہیں اس کے باوجود کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی زیادہ کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کی توحید کے اسرار سے سرشار ہے اور اُس کی معرفت سے مالا مال ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ کسی پاگل کے سوا، ایسا دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا۔ وجہ کیا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی آنکھوں سے برہان الٰہی دیکھ لی تھی۔ برہان کون؟ سنئے قرآن پاک سے

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا (النساء ۴-۱۷۴)

ترجمہ: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا (کنز الایمان)

فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برہان ہیں اللہ کی۔ اس سے بڑھ کر اللہ کی معرفت کا سہارا اور کون ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، بولنا اور چپ رہنا، سونا اور جاگنا، دینا اور لینا، کھانا اور پینا وغیرہ ہر ادا میں اللہ کی قدرت کا جلوہ ہے۔ آپ برہان جو ہوئے لہٰذا آپ کے معجزات گنتی کے نو دس نہیں،

ان گنت ہیں، پھر آپ کے ان گنت معجزات بھی پہلودار ہیں یعنی ایک ایک معجزے کے دامن میں کئی کئی معجزات سمٹے ہوئے ہیں ان سب کا تقاضا ماننا ہے، انکار کرنا نہیں اور اگر کوئی بدنصیب بُرہان دیکھ کر بھی خدا کی وحدت وقدرت کے حضور سرِ تسلیم وعبادت خم نہیں کرتا تو اُس نے کیا قدر کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برہان ہونے کی۔

یہاں بھی سوچیے! اگر برہان ہونے کا تقاضا یہی ہے کہ ہر ادا معجزہ بلکہ جامع المعجزات ہو تو یہ سلسلہ (ادا ادا کے معجزہ ہونے کا) کب شروع ہونا چاہیے۔ قرآن پاک کے الفاظ تو صریح ہیں کہ قدْ جآءَ کُم بُرْھانٌ (برہان بن کر تمہارے پاس آئے ہیں) تو فرمائیے کہ یہ سلسلہ آنے ہی سے (یعنی ولادت ہی سے شروع کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ولادتِ مقدسہ کے واقعات پکار پکار کے دہائی دے رہے ہیں کہ تشریف لانے والا اپنے رب کی برہان بن کے آیا ہے۔)

اگر برہان نہیں تو بت اوندھے کیوں گر رہے ہیں۔؟

اگر برہان نہیں تو کعبہ مقام ابراہیم کی طرف کیوں سجدہ کر رہا ہے۔؟

اگر برہان نہیں تو ہزار سالہ آتشکدہ ایران کیوں بجھ گیا ہے۔ اور اگر برہان ہیں تو بتوں کے اوندھے منہ گرنے، کعبہ کے مقام ابراہیم کی طرف سجدہ ریزہ ہونے اور آتشکدہ ایران کے بجھنے میں کوئی استحالہ نہیں یہ تو برہان ہونے کی برہان ہیں۔ دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں قرآنی دعویٰ ہے برہان ہونے کا۔ سوائے قرآن دعوے پر ایمان لانے والو، تمہیں میلاد شریف کے ارہاصات ومعجزات میں کوئی بات بھی ناممکن اور بے دلیل نظر نہیں آنی چاہیے، ورنہ یہ ظاہر ہو

جائے گا کہ قرآن پاک پہ تمہارا ایمان زبانی دعویٰ کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ہم نے اوپر شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت سیدنا امام بوصیری کے جو اشعار نقل کئے ہیں وہ اسی بُرہان کی تفسیر ہیں۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو آپ کے نام محمد کا معنی بھی انہیں حقائق کا اعلان کرتا ہے۔ (کہ معنی کے اعتبار سے محمد وہ ذات پاک ہے جس کی بار بار لگاتار تعریف کی جائے اور تعریف ختم نہ ہو "اَلَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْداً بَعْدَ حَمْدٍ، اَلَّذِیْ یُحْمَدُ مَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ، اَلَّذِیْ یُحْمَدُ کَرَّۃً بَعْدَ کَرَّۃٍ) سو بالیقین محمد ہی اللہ کی برہان ہیں، محمد اللہ کی برہان ہی ہیں، یہ برہان ہیں اسی لیے ان کا نام محمد رکھا گیا، یہ محمد ہیں اس لئے اللہ نے انہیں اپنی برہان بنایا۔ اب جو ذات پاک محمد اور برہان ہو اُس میں خوبیاں ہوں گی کمالات ہوں گے۔ انہیں محمد اور برہان مان کر پھر نقائص اور عیوب کی تلاش کرنا ایمان کے ساتھ بغاوت اور عقل سے ابوجہل والا بیر ہے۔ اگر یہ معانی مردِ مومن کے ایمان کو جگمگ جگمگ روشن کر رہے ہوں تو خود اُن معجزات کو جو کتابوں میں درج ہیں اور اُن ارہاصات کو جو بعثت سے پہلے یا بوقت ولادت رُونما ہوئے۔ خود بخود اصل تعداد کے مقابلے میں نہایت کم خیال کرے گا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب مستطاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

آیات وکرامات کہ ولادت آنحضرت ﷺ ظاہر شدہ زیادہ بر آنست کہ در حدِ حصر واحصار درآید وآنچہ مذکور شد پارہ ازان است واشہر وابہر واعجب آں جنبیدن ولرزیدن ایوان کسریٰ وافتادن چہاردہ کنگرہ اوست (جلد۲ صفحہ۱۳)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر جو

آیات وکرامات ظاہر ہوئیں، کسی گنتی میں نہیں آسکتیں اور جو کچھ مذکور ہوا اصل کا (نہایت مختصر سا) حصہ ہے۔ ان سب میں مشہور ترین، روشن ترین اور عجیب ترین ایوان کسریٰ کا ہلنا اور لرزنا اور اس کے چودہ کنگروں کا گرنا ہے۔

ایمانداری سے سوچئے جب یہ کیفیت ہو پھر جو مختصر سا حصہ مذکور ہوا اسی کا انکار کیا جائے۔ کتنی بڑی زیادتی ہے پھر جس واقعے کو مذکورہ واقعات میں شیخ محقق جیسا محقق سب سے زیادہ مشہور واضح اور عجیب قرار دے رہا ہے۔ اُسی کو تسلیم نہ کیا جائے تو نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور برہان ہونے سے سرتابی کے سوا کیا ہے۔

حضور نقش لاثانی کا تصرُّف:

میں اپنے برادرِ طریقت ڈاکٹر غلام یٰسین صاحب (نارووال) کے ساتھ اسی موضوع پر تبادلہ خیالات کر رہا تھا تو فرمانے لگے۔

"حضور نقش لاثانی ابھی ابھی جلوہ افروز ہو کر فرماتے ہیں۔ ان (منکرین) سے پوچھو کیا ولادتِ باسعادت کے وقت رونما ہونے والے ارہاصات "کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً" ترجمہ: اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (سورۃ النساء آیت ۱۱۳ کا آخری حصہ) سے باہر ہیں۔ اگر باہر ہیں تو اس فضل عظیم کی حد کیا ہے (کونسے کمالات اس کے دائرے میں ہیں، کون سے نہیں؟)

الحمد للہ یہ اوپر کے مضمون کی غائبانہ تائید اور اس فقیر کی علمی دستگیری ہے اللہ اللہ شیخ کامل علیہ الرضوان جن کے فیضِ نگاہ ہی سے اپنی تقریر و تحریر کا سلسلہ جاری ہے۔ اپنے ایک خادمِ خصوصی کے ذریعے ایک تیسری دلیل جو پہلی دو دلیلوں (یعنی اس اسم پاک اور برہان) کی مزید تفسیر ہے سکھا رہے ہیں۔ دلیل کا نچوڑ یہ ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب اللہ کا فضل عظیم ہے تو اس عظیم کی کیا حد ہو گی۔ یقیناً ہر

بڑے سے بڑ کمال اُس ذات میں موجود ہے جو محمد (یعنی خوبی ہی خوبی) ہے۔ اللہ کی بُرہان ہے اور جس پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

اگر یہ عقیدہ پختہ نہ ہوگا اور ذاتِ رسالت کے بارے میں یہ تصور نہ ہوگا تو ایمان نام کی کسی شئے کا وجود متحقق ہی نہیں ہوگا اور ہر قدم پر عقل کی آبلہ پائی اور علم کی نارسائی راستہ روک لے گی۔ محدثین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے ایک ایک حدیث حاصل کرنے کیلئے سینکڑوں میل پاپیادہ چلنا گوارا کیا اور علم حدیث کو فروغ دینے کیلئے ناقابلِ تصور مشکلات برداشت کیں۔ پھر حدیث کی درجہ بندی کرنے کیلئے اصول وضوابط مقرر کئے آخر اس بات پر کیوں راضی ہو گئے کہ ضعیف حدیثیں بھی کسی بزرگ کے مناقب اور کسی عمل کے فضائل میں معتبر ہوں گی۔ آخر کیوں؟ وہ جانتے تھے کہ فضائل ومناقب سے کسی کا نقصان نہیں۔ نیز ایسی روایات کسی مسلمہ حقیقت کے خلاف بھی تو نہیں ہوتیں۔ خصوصاً معجزات وکمالاتِ نبوت کے بارے میں بھی اُنہوں نے تساہل (یعنی نرمی) سے کام لیا۔ اسی خیال سے کہ جن کے معجزات وکمالات ہیں اُن کی شان اس سے بھی کہیں ارفع واعلیٰ ہے۔ پھر قرآن کی آیات اور احادیث متواترہ وصحیحہ سے جن معجزات وکمالات کا اثبات ہوتا ہے۔ وہ ان ضعیف روایات میں وارد ہونے والے معجزات سے کہیں زیادہ عجیب اور عقل سے بالاتر ہیں۔

نیز سوچیئے کیا یہ حقیقت نہیں کہ مختلف قوموں اور ملکوں کی تاریخ میں ہم جن روایات کو تسلیم کرتے ہیں اُن کی بنیاد علم حدیث کے اصولوں پر نہیں ہوتی اور تواریخ عالم کے واقعات جنہیں ہم بغیر کسی سند کے بہت معتبر مانتے ہیں، ضعیف حدیثوں میں آنے والے واقعات کے مقابلے میں اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ دنیا کے سچے جھوٹے بادشاہوں کے بارے میں ہماری عقل، کوئی پیچ وتاب نہیں کھاتی۔ علم کو کسی سند کی ضرورت

محسوس نہیں ہوتی۔ مگر جب بھی عقل وعلم فضائل محبوبان الٰہی کے دروازے کی طرف رخ کرتے ہیں تو عقل کا قافیہ تنگ ہو جاتا ہے اور علم، تحقیق کا خنجر لے کر آ دھمکتا ہے۔

آیئے معجزات ولادت کو ضعیف کہنے والوں سے ہم سوال کرتے ہیں کہ اچھا یہ روایات ضعیف سہی۔ آپ فرمایئے ان کا رد کرنے کیلئے آپ کے پاس بھی زبانی جمع خرچ کے سوا کوئی ضعیف روایات ہیں۔ مثلاً کیا کسی ضعیف روایت سے آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت آتشکدہ ایران نہیں بُجھا تھا یا کیا آپ کو ایسی کوئی ضعیف روایت ملی ہے جس سے بحیرہ طبریہ کے خشک ہونے کی نفی ہوتی ہو۔ آپ زیادہ سے زیادہ ان روایات کو ضعیف ثابت کرنے کوشش کرتے ہیں اور مان لیا کہ یہ ضعیف ہیں مگر آپ کے اپنے پاس تو ضعیف روایت بھی نہیں جس سے ان حقائق کی نفی ہوتی ہے۔ پھر بھی آپ اپنے اصرار پہ قائم ہیں تو یہ مؤمنانہ نہیں منافقانہ سوچ ہے۔ ضعیف ضعیف کی رٹ وہی لگاتا ہے جس کا اپنا ایمان ضعیف ہے۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں پر ایمان رکھنے والو! تمہیں یہ سعادت مبارک ہو کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کو ماننا ہی اصل ایمان ہے۔ جسے یہ تسلیم نہیں وہ توحید کے دعوٰی کے باوجود توحید کے نور سے محروم ہے اور ایمان سے دور ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُعَظَّمِيْنَ
وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

(بلفظہٖ)

مفکر اسلام

حضرت علامہ آسی

کی دیگر تصانیف

- انوار لاثانی
- سیرت حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی
- موجودہ فرقہ واریت اور حضور نقشِ لاثانی کا مذہبی تعامل
- شاہِ ابرار زندہ مختار
- حضرت امام حسین علیہ السلام کی حقانیت
- مردانِ حق
- حضور کے والدین
- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی مجددیت اور قومیت
- سورج اُلٹے پاؤں پلٹے
- سیرت نبوی ﷺ کا پیغام عصر حاضر کے نام
- آؤ میلاد منائیں
- تبرکات حرمین
- اسلام کے اصول (اردو ترجمہ)
- انسانی مسائل کا حل (اردو ترجمہ)

رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی

نقش لاثانی نگر (شکر گڑھ)

PHI451734